﴿بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ﴾ ﴿......اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ﴾(آل عمران:74) ﴿......عَسٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا﴾ (بنی اسرائیل:80)

هفت روزه

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :۔ نصیر احمد قمر

جلد22

جمعۃ المبارک06فروری 2015ء

17ربیع الثانی 1436 ہجری قمری ❁ 06تبلیغ 1394 ہجری شمسی

شمارہ06

سود کی لعنت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سُود کھانے والے، کھلانے والے، اس کی تحریر کرنے والے اوراس کے گواہوں پرلعنت کی ہے اورفرمایا کہ سب برابر ہیں۔

(مسلم کتاب المساقاۃ باب لعن آکل الربا و مؤکلہ حدیث نمبر: 2994)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام﴾

زبانی وعظوں سے کچھ نہیں بنتا جب تک ساتھ دعا اور اپنا عملی نمونہ نہ ہو

''12 جولائی 1907ء۔ (قبل از خطبہ جمعہ) باہر سے آئے ہوئے ایک شخص نے عرض کیا کہ حضور! میری بیوی کسی صورت میں مسلمان نہیں ہوتی۔ کیا کروں میں تو اُسے بہتیرا سمجھا چکا ہوں۔

فرمایا:''دیکھو زبانی وعظوں سے اتنا اثر نہیں ہوتا جتنا اپنی حالت درست کر کے اپنے تئیں نمونہ بنانے سے۔ تم اپنی حالت کو ٹھیک کرو اور ایسے بنو کہ لوگ بے اختیار بول اٹھیں کہ اب تم وہ نہیں رہے۔ جب یہ حالت ہوگی تو تمہاری بیوی کیا کئی لوگ تمہارا مذہب قبول کرلیں گے۔ حدیث میں آیا ہے: خَیۡرُکُمۡ خَیۡرُکُمۡ لِاَھۡلِہٖ۔ پس جب بیوی سے تمہارا اچھا سلوک ہوگا تو وہ خود بخود مجبوب ہوکر تمہاری مخالفت چھوڑ دے گی اور دل سے جان لے گی کہ یہ مذہب بہت ہی اچھا ہے جس میں ایسے نرم وعمدہ سلوک کی ہدایت ہوتی ہے۔ پھر وہ خواہ مخواہ متابعت کرے گی۔ احسان تو ایسی چیز ہے کہ اس سے ایک کُتا بھی نادم ہوجاتا ہے چہ جائیکہ ایک انسان۔''

اس شخص نے عرض کی کہ حضور وہ تو کبھی نہیں ماننے کی۔

فرمایا:''دیکھو۔ مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ خدا تعالیٰ جب کسی دل میں تبدیلی پیدا کرنا چاہتا ہے تو کسی چھوٹی سی بات سے کردیتا ہے۔ دعا کرنی چاہئے کہ دل سے نکلی ہوئی دعا ضائع نہیں جاتی اور لطیف پیرایہ میں نصیحت بھی کرتے رہیں مگر سختی نہ کریں۔ اُسے سمجھائیں کہ ہمارا وہی اسلام دین ہے۔ یہ کوئی نیا مذہب نہیں۔ وہی نماز وہی روزہ وہی حج وہی زکوۃ۔ صرف فرق اتنا ہے کہ یہ باتیں جو صرف جسم بے روح رہ گئی ہیں، ہم ان میں اخلاص کی خاص روح پیدا کرنا چاہتے ہیں اور اُن کے اثر جو مرتب نہیں ہوتے ہم چاہتے ہیں کہ ایسے طور سے ادا کئے جاویں کہ اُن میں اثر پیدا ہوں۔ عقیدہ میں یہ بات ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو ہم اور نبیوں کی طرح فوت شدہ مانتے ہیں اور ایک مسلمان کی محبت جو اُسے اپنے متبوع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے وہ اس بات کی متقاضی ہے کہ جب آپؐ فوت ہوگئے تو اُن کے بعد کسی کو زندہ نہ سمجھے۔ صحابہ کرامؓ کس قدر دردوالم میں تھے جب مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوۡلٌ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِہِ الرُّسُلُ (آل عمران:145) سُنا تو سب کو ٹھنڈ پڑ گئی۔ مگر یاد رکھو ان وعظوں سے کچھ نہیں بنتا جب تک ساتھ دعا اور اپنا عملی نمونہ نہ ہو۔ ہر جمعہ کس قدر مولوی سر کھپاتے ہیں مگر خاک بھی اثر نہیں ہوتا۔ کیوں؟ اس لئے کہ جو کچھ کہتے ہیں اُن کا خود اس پر عمل نہیں۔ جتنے پیغمبر دنیا میں آئے ان میں سے کسی نے بھی وعظوں پر اتنا زور نہیں مارا جتنا دعا و عملی نمونہ کام دیتا ہے سو اُسے میسّر لانے کی کوشش کرو۔''

(ملفوظات جلد 9 صفحہ 313-312۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

....

ہمارے اصولوں میں سے ایک تکلّفات سے پاک سادہ زندگی ہے

''ہمارے اصولوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہم ایک سادہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ وہ تمام تکلّفات جو کہ آج کل یورپ نے لوازمِ زندگی بنا رکھے ہیں اُن سے ہماری مجلس پاک ہے۔ رسم وعادت کے ہم پابند نہیں ہیں۔ اس حد تک ہر ایک عادت کی رعایت رکھتے ہیں کہ جس کے ترک سے کسی تکلیف یا معصیت کا اندیشہ ہو۔ باقی کھانے پینے اور نشست و برخاست میں ہم سادہ زندگی کو پسند کرتے ہیں۔''

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 448۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

....

برکات نماز کا حصول

''اس میں شک نہیں کہ نماز میں برکات ہیں مگر وہ برکات ہر ایک کو نہیں مل سکتے۔ نماز بھی وہی پڑھتا ہے جس کو خدا تعالیٰ نماز پڑھاوے ورنہ وہ نماز نہیں نرا پوست ہے جو پڑھنے والے کے ہاتھ میں ہے۔ اِس کو مغز سے کچھ واسطہ اور تعلق ہی نہیں۔ اسی طرح کلمہ بھی وہی پڑھتا ہے جس کو خدا تعالیٰ کلمہ پڑھوائے۔ جب تک نماز اور کلمہ پڑھنے میں آسمانی چشمہ سے گھونٹ نہ ملے تو کیا فائدہ؟ وہ نماز جس میں حلاوت اور ذوق ہو اور خالق سے سچا تعلق قائم ہوکر پوری نیازمندی اور خشوع کا نمونہ ہو اس کے ساتھ ہی ایک تبدیلی پیدا ہوجاتی ہے جس کو پڑھنے والا فوراً محسوس کرلیتا ہے کہ اب وہ وہ نہیں رہا جو چند سال پہلے تھا۔''

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 597۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

خطبۂ نکاح

فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

(مرتبہ: ظہیر احمد خان۔ مربی سلسلہ شعبہ ریکارڈ دفتر پی ایس، لندن)

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 20 اپریل 2013ء بروز ہفتہ مسجد فضل لندن میں درج ذیل نکاحوں کا اعلان فرمایا۔ تشہد وتعوذ اور مسنون آیات قرآنیہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:۔

اس وقت میں دو نکاحوں کا اعلان کروں گا۔ اللہ کرے آج قائم ہونے والے یہ دونوں رشتے ایک دوسرے کا خیال رکھنے والے بھی ہوں۔ تقویٰ پر چلنے والے بھی ہوں۔ ایک دوسرے کے رحمی رشتہ داروں کا خیال رکھنے والے بھی ہوں اور ان میں سے آئندہ نیک نسلیں بھی پیدا ہوں۔ یہ خود بھی اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے بنیں اور ان کی آئندہ اولادیں بھی بنیں۔

حضور انور نے فرمایا:۔ پہلا نکاح عزیزہ مدیحہ مبارک چوہدری صاحبہ بنت مکرم مبارک احمد چوہدری صاحب (کارکن دفتر امیر صاحب یوکے) کا مبرور احمد ابن مکرم منظور احمد صاحب جرمنی کے ساتھ بارہ ہزار یورو حق مہر پر طے ہوا ہے۔

حضور انور نے فرمایا:۔ دوسرا نکاح عزیزہ مہرین فاطمہ بنت مکرم نعیم احمد قریشی صاحب مرحوم کا ہے جو عزیزم روحان احمد ناصر ابن مکرم ناصر احمد میر صاحب بریڈفورڈ کے ساتھ دس ہزار پونڈ حق مہر پر طے پایا ہے۔ دلہن کی طرف سے سعید احمد انور صاحب ان کے وکیل ہیں۔

حضور انور نے دونوں نکاحوں کے فریقین میں ایجاب وقبول کروایا۔ رشتوں کے بابرکت ہونے کے لئے دعا کروائی اور فریقین کو شرف مصافحہ بخشتے ہوئے مبارکباد دی۔

☆......☆......☆

جماعت احمدیہ مالٹا کی سالانہ بک فیئر میں کامیاب شرکت

اسلام احمدیت کی تعلیم کا پرچار۔ قرآنی تعلیمات پر مشتمل بینرز اور قرآن کریم کی نمائش

’اگر دنیا میں خلیفۃ المسیح جیسے اور لوگ ہوتے تو دنیا امن کا گہوارہ ہوتی‘

(لئیق احمد عاطف۔ مبلغ سلسلہ وصدر جماعت مالٹا)

خداتعالیٰ کے خاص فضل وکرم اور حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی دعاؤں کی برکت سے جماعت احمدیہ

صدر مملکت مالٹا احمدیہ بک سٹال پر

مالٹا کو سالانہ نیشنل بک فیئر منعقدہ 12 تا 16 نومبر 2014ء میں شرکت کی توفیق ملی اور اسلام احمدیت کی تبلیغ اور تعلیمات کے پرچار کا موقع نصیب ہوا۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک۔ خداتعالیٰ کے فضل سے گزشتہ تین سالوں سے جماعت کو سالانہ بک فیئر میں شرکت کی توفیق مل رہی ہے

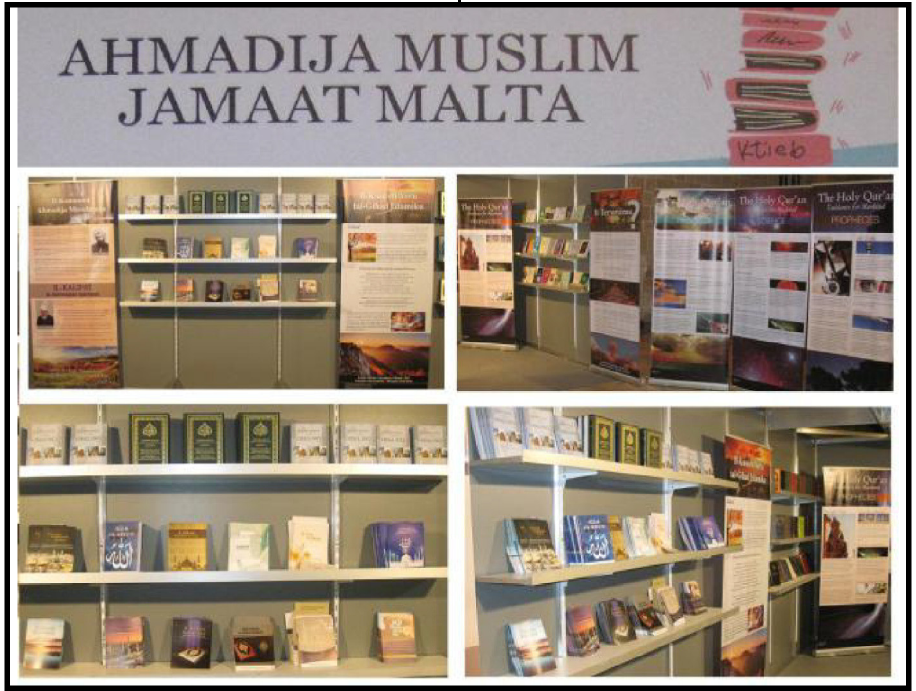

اور ہر سال سٹال میں نمایاں بہتری آرہی ہے اور مقامی زبان میں لٹریچر کی تیاری میں بھی نمایاں کام ہوا ہے اور گزشتہ چند سالوں میں 30 مختلف پمفلٹ اور کتب مالٹی زبان میں شائع کی جاچکی ہیں جس سے مقامی لوگوں کو ان کی زبان میں اسلام کی تعلیمات پہنچانے کی توفیق مل رہی ہے۔ اس کے علاوہ قرآن کریم کی نمائش کا بھی اہتمام کیا گیا اور مختلف عناوین کے تحت قرآنی آیات پر مشتمل Roll-UP Banners بھی آویزاں کئے گئے جو لوگوں کی خصوصی توجہ کا باعث بنے۔ امسال بک فیئر سے قبل درج ذیل لٹریچر شائع کرنے کی توفیق ملی۔

1۔ God in 21st Century (خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)۔ 2۔ ’چار بنیادی صفات الٰہی‘ (خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)۔ 3۔ اسلامی پردہ۔ 4۔ اسلام امن کا مذہب۔ 5۔ جہاد کا حقیقی اسلامی تصور۔ 6۔ اسلام کے بنیادی ارکان کا تعارف۔

بیس ہزار سے زائد لوگوں نے اس بک فیئر کو وزٹ کیا جن میں ملک کی نمایاں ادبی، علمی، سفارتی، مذہبی، سیاسی اور حکومتی شخصیات شامل ہوتی ہیں۔ صدر مملکت مالٹا محترمہ میری لوئیس کولیرو پریکا صاحبہ، وزیراعظم مالٹا مکرم ڈاکٹر جوزف مسکات صاحب اور وزیر تعلیم مکرم اوارست بارطولو صاحب نے بھی جماعتی سٹال وزٹ کیا اور انہیں جماعتی لٹریچر پیش کیا گیا۔ اس بک فیئر میں مختلف لوگوں کے ساتھ تفصیلی گفتگو اور ان کے سوالات کے جوابات دینے کا بھی موقع ملا اور لوگوں کے سوالات کے ذریعے آئندہ سال کے لئے لٹریچر کی تیاری کے لئے بھی پلان میں مدد ملی کہ لوگ اسلام سے متعلق مزید کیا جاننا چاہتے ہیں اور لوگوں کی دلچسپی کن مضامین میں ہے۔ اس بک فیئر میں پندرہ سو (1500) سے زائد جماعتی لٹریچر تقسیم کرنے کی توفیق ملی۔

وزیراعظم مالٹا احمدیہ بک سٹال پر

بک فیئر کے حوالہ سے چند واقعات ذیل میں درج ہیں:

☆ مالٹا کے وزیراعظم اور وزیر تعلیم نے بتایا کہ وہ جماعت کی طرف سے اخبارات میں لکھے جانے والے آرٹیکل پڑھتے ہیں اور تمام مضامین نہایت عمدگی کے ساتھ لکھے جاتے ہیں اور یہ وقت کی اہم ضرورت ہے کہ تمام اہم امور پر مضامین لکھے جائیں اور آپ اس ذمہ داری کو نہایت اچھی طرح سے سرانجام دے رہے ہیں۔

☆ ایک رومن کیتھولک عیسائی وزیر جنہوں نے گزشتہ سال بھی لٹریچر حاصل کیا تھا اور حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی کتاب World Crisis and the Pathway to Peace مطالعہ کے لئے لی تھی جب وہ اس بار جماعتی سٹال پر تشریف لائے تو کہنے لگے مجھے وہ کتاب پڑھ کر بہت مزہ آیا، اس کا ترجمہ بھی بہت اعلیٰ تھا اور مضمون تو لاجواب۔ مزید کہنے لگے کہ اگر جماعت احمدیہ کے خلیفہ کی طرح کے مزید چند لوگ دنیا میں ہوتے تو یقیناً دنیا کا نقشہ مختلف ہوتا اور دنیا امن کا گہوارہ ہوتی۔

☆ بہت سے وزیٹرز نے اس بات کا اظہار کیا کہ میڈیا اور مغرب اسلام کے خلاف کافی پروپیگنڈا کرتے ہیں اور اسلام کا شدّت پسندی سے کوئی تعلق نہیں۔ شدّت پسند لوگ ہر مذہب میں ہوتے ہیں تاہم ان چند لوگوں کی وجہ سے مذہب کو غلط قرار نہیں دیا جاسکتا۔

☆ ایک بزرگ شخص کے ساتھ اسلام سے متعلق تفصیل سے گفتگو ہوئی۔ وہ کہنے لگے کہ مَیں یقین رکھتا ہوں کہ تمام مذاہب خدا کی طرف سے ہیں اور اپنے اندر خوبصورتی رکھتے ہیں اور جو مسلمان دہشتگردی میں ملوث ہیں وہ صرف مذہب کی آڑ میں ایسا کر رہے ہیں ورنہ جو صاف دل اور پاک کانشس رکھتے ہیں وہ کبھی ایسا ظلم روا نہیں رکھ سکتے۔

قارئین الفضل سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کاوشوں کے اعلیٰ ثمرات عطا فرمائے اور جماعت احمدیہ مالٹا کو بیعتوں سے نوازے۔ آمین

RASHID & RASHID
Solicitors , Advocates
Immigration Specialists
Commissioners of Oaths

Rashid A. Khan
Solicitor (Principal)

•Asylum & Immigration
•New Point Based System
•Settlement Applications (ILR)
•Post Study Work Visa
•Nationality & Travel Documents
•Human Rights Applications
•High Court of Appeals

قانونی مشاورت برائے اسائلم

• Switching Visas
• Over Stayers
• Legacy Cases
• Work Permits
• Visa Extensions
• Judicial Reviews
• Tribunal Appeals

HEAD OFFICE
190 Merton High Street , Wimbledon,London, SW19 1AX
(1 minute from South Wimbledon Tube Station)
Tel: 02085 401 666, Fax: 02085 430 534
BRANCH OFFICE
21-23 Tooting High Street , Tooting , London SW17 0SN
(1 minute from Tooting Broadway tube station)

24 Hours Emergency No:
07878 33 5000 / 0777 4222 062
Same Day Visa Service
Email: law786@live.com
RASHID & RASHID LAW FIRM (SOLICITORS)

مَصَالِحُ الْعَرَب

(عربوں میں تبلیغ احمدیت کے لئے

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے مسیح موعودؑ کی بشارات،

گرانقدر مساعی اور ان کے شیریں ثمرات کا ایمان افروز تذکرہ)

(محمد طاہر ندیم۔عربک ڈیسک یوکے)

قسط نمبر 335

مکرم عمادالدین عبدالحمید صاحب (1)

مکرم عمادالدین صاحب کا تعلق مصر سے ہے جہاں ان کی پیدائش 1979ء میں ہوئی۔ 2008ء میں انہوں نے عربی ویب سائٹ کے ذریعہ جماعت سے رابطہ کیا اور پھر 2009ء میں انہیں بیعت کرنے کی توفیق ملی۔

اسلام کے لئے جوش وغیرت

مکرم عمادالدین عبدالمجید صاحب اپنے اس سفر کا احوال یوں بیان کرتے ہیں:

میں مصر کے شہر ''نجع حمادی'' میں پروان چڑھا۔ ہمارے گھر کے بالمقابل گزرنے والی شاہراہ کے اکثر رہائشی عیسائی تھے، نیز ہمارے گھر کے سامنے آرتھوڈکس چرچ اور بائیں جانب انگلیکن چرچ تھا۔ ہمارا سب ہمسایوں سے محبت اور احترام کا تعلق تھا۔

گوکہ میرا بچپن میں دینی امور کی پابندی کی طرف کوئی خاص دھیان نہ تھا لیکن اسلام کے لئے غیرت اور جوش بہت تھا۔ مجھے اسلام کی حقانیت اور افضلیت کے بارہ میں تو کبھی شک نہ ہوا تھا لیکن بڑا ہوا تو یہ امنگ ہر وقت بے چین کرتی رہتی تھی کہ کسی طور اسلام اپنی کھوئی ہوئی عظمتیں دوبارہ حاصل کرلے اور مسلمان مثالی کردار اور اخلاق کے مالک ہوجائیں۔ کئی امور کے بارہ میں میرے دل میں سوالات بھی پیدا ہوتے تھے۔ پھر جب ان کا کہیں جواب نہ ملتا تو اکثر اوقات مَیں انہیں اپنے اندر ہی دفن کرلیتا تھا تا کہیں مجھ پر عجیب وغریب خیالات پھیلانے کا الزام نہ لگ جائے۔

اپنے سوالوں کے جواب اور روحانی تشفّی کے لئے اوائل جوانی میں مجھے مختلف فرقوں میں رہنے کا موقع ملا۔ مَیں صوفیوں میں بھی گیا اور سلفیوں میں بھی شامل ہوا لیکن کہیں بھی میری پیاس نہ بجھی اور اپنی روحانی ترقی کی خواہش پوری نہ ہوسکی۔ دوسری جانب اسلام کے لئے میری غیرت اور جوش عروج پر تھا شاید یہی جوش ملک وقوم کی خدمت کے جذبے میں تبدیل ہوا اور میں نے فوج میں بھرتی ہونے کا فیصلہ کیا لیکن بعض حاسدین نے شرارت کی جس کی وجہ سے مجھے ابتدائی ٹیسٹوں میں ہی ریجیکٹ (Reject) کردیا گیا۔ بظاہر تمام صلاحیتیں ہونے کے باوجود بھی فوج میں بھرتی ہونے کی میری خواہش پوری نہ ہوئی لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ نے میری یہ خواہش یوں پوری کردی کہ مجھے مسیح موعود علیہ السلام کی روحانی فوج کا سپاہی بننے کی توفیق عطا فرمائی۔

عیسائیت کے بالمقابل اسلام کی حالت

2006ء میں نئے پوپ کا انتخاب ہوا اور اس نے اسلام کے بارہ میں ہتک آمیز تقریر کی۔ اس وقت پہلی بار میرے دل میں اسلام کے بارہ میں شکوک پیدا ہونے لگے۔ اس پر طُرفہ یہ کہ اسی عرصہ میں 150 مسلمان علماء نے نئے پوپ کے نام خط لکھا جس میں ہر بات کو نظر انداز کرتے ہوئے نہایت چاپلوسی سے کام لیا گیا تھا۔ پھر اسی عرصہ میں ''حیاۃ'' نامی عیسائیوں کا چینل بھی اسلام پر تابڑتوڑ حملے کرنے لگا۔ اس چینل نے اسلام اور نبیؐ اسلام کی شان میں حد درجہ گستاخیاں کیں لیکن اس کے باوجود مشہور علماء ومشائخ کا ردّعمل واجبی سا تھا۔ بعض نے اپنی طرف سے بڑی غیرت دکھاتے ہوئے گالی کا جواب گالی سے دیا، بعض نے ایسے تجاہل کا اظہار کیا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔ بہرحال میں اس عیسائی چینل کے پروگرامز بڑی باقاعدگی سے دیکھتا رہا۔

گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

ایک روز اسی عیسائی چینل پر ''سوال جری'' کے عنوان سے ہفتہ وار نشر ہونے والا ایک لائیو پروگرام چل رہا تھا جس کا موضوع ''جماعت احمدیہ'' تھا اور تعجب کی بات یہ تھی کہ عیسائی یہ سوال اٹھا رہے تھے کہ: جماعت احمدیہ مسلمان ہے یا غیر مسلم؟

اس موضوع پر انہوں نے دو پروگرامز میں بات کی۔ پہلے پروگرام میں مکرم محمد شریف عودہ صاحب نے فون کرکے ان کے گمراہ کن پروپیگنڈہ پر کسی قدر سخت لہجے میں بات کی۔ مجھے محمد شریف صاحب کے اسلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں نہایت پُراعتماد رنگ میں کہے گئے چند جملے بہت پسند آئے۔ جب ان کی فون کال ختم ہوئی تو پروگرام کا میزبان کہنے لگا کہ: محمد شریف صاحب کی اس بات کے باوجود ہم سوال کرتے ہیں کہ کیا یہ جماعت مسلمان ہے یا غیر مسلم؟

یہ سن کر مجھے بہت زیادہ حیرت ہوئی۔ میں نے کہا کہ اگر یہ جماعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کا اس قوت کے ساتھ دفاع کرتی ہے تو خدا کی قسم اس سے زیادہ مسلمان کوئی نہیں ہے۔ اور اگر ایسے لوگ کافر ہیں تو پھر میری بھی خواہش ہوگی کہ میں بھی ایسا کافر ہوجاؤں جو ہمہ وقت نبی کریمؐ اور آپؐ کے لائے ہوئے دین کے دفاع کے لئے سرگرمِ عمل ہو۔

عدُو نے تحقیق پر مجبور کردیا

اگلے ہفتے اس سلسلہ کا دوسرا پروگرام نشر ہوا جس میں محمد شریف عودہ صاحب اور ہانی طاہر صاحب نے جماعت کا نقطۂ نظر پیش کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے عیسائیوں کے بعض عقائد کو بھی موضوعِ بحث بنایا۔ اس پروگرام میں یہ بات بھی کھل کر سامنے آگئی کہ عیسائی دراصل اپنے کمزور مؤقف کو چھپانے کے لئے اسلام پر اعتراض کا سہارا لیتے ہیں تاکہ اس کے ذریعہ سے اپنے عیوب چھپائیں۔ جماعت احمدیہ سے تعلق رکھنے والوں کے سامنے عیسائیوں کو یوں بے بس ہوتا دیکھ کر میرے دل میں اسلام کی عظمت قائم ہوگئی اور مجھے اپنے مسلمان ہونے پر فخر ہونے لگا۔

چونکہ احمدیت میرے لئے بالکل نئی تھی، عیسائی چینل کے ان پروگراموں نے مجھے احمدیت کے بارہ میں تحقیق کرنے پر مجبور کردیا۔

سحر انگیز کلام

مَیں جماعت احمدیہ کے بارہ میں کچھ نہ جانتا تھا۔ تحقیق کے آغاز میں جب میں نے انٹرنیٹ پر جماعت کی عربی ویب سائٹ کھولی تو وہاں پر ایک تصویر دیکھی جس کے نیچے لکھا ہوا تھا: المسیح الموعود علیہ الصلاۃ والسلام۔ یہ پڑھتے ہی مجھے شدید دھچکا لگا اور میں نے کہا کہ مجھے اس جماعت کے بارہ میں کوئی رائے قائم کرنے میں جلدی نہیں کرنی چاہئے۔ پھر میں نے اس ویب سائٹ پر موجود مواد کو پڑھنا شروع کیا نیز وہاں پر موجود مختلف پروگرامز کی ویڈیوز دیکھنے لگا۔ اس دوران جس چیز نے سب سے زیادہ میرے دل پر اثر کیا وہ پروگرامز کے دوران سنائے جانے والے قصائد تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ میرے والد صاحب بڑے شاعر ہیں اور انہوں نے اپنے شعروں کے پانچ دیوان شائع کئے ہیں۔ میں نے نہ صرف یہ دیوان پڑھے تھے بلکہ خدا تعالیٰ نے مجھے بھی اچھے شعر سے حظ اٹھانے کا ملکہ عطا فرمایا تھا۔ میں جب بھی عربی ویب سائٹ پر موجود قصائد سنتا تو بے اختیار کہتا کہ یہ شعر تو میرے والد صاحب کی شاعری سے کہیں زیادہ گہرے اور پُرشوکت ہیں۔ یہ شعر اس قدر میرے دل کو لگے کہ میں نے بعض قصائد کو اپنے موبائل کی ''رِنگ ٹون'' کے طور پر سیٹ کرلیا۔ ان قصائد میں سے سب سے زیادہ اثر کرنے والا قصیدہ: **یا عین فیض اللہ والعرفان** والا تھا۔ مختلف موضوعات پر مواد پڑھنے اور پروگرامز دیکھنے کے بعد میں نے ویب سائٹ پر سوالات بھیجنے شروع کئے جن کے کافی و شافی جوابات بھی مجھے ملنے لگے۔ میرا دل اس حد تک جماعت کی طرف مائل ہو چکا تھا کہ 2008ء میں خلافت جوبلی کے موقع پر مَیں نے مبارکباد کا خط بھی لکھا۔ مَیں مطمئن تھا لیکن معلوم نہ تھا کہ اگلا قدم کیسے اٹھایا جائے۔ ایسے میں مکرم محمد شریف صاحب کی طرف سے مجھے ای میل ملا۔ انہوں نے لکھا تھا کہ اگر آپ سنجیدہ ہیں تو اپنا فون نمبر ارسال کریں تا افرادِ جماعت آپ سے رابطہ کرسکیں۔ میں نے فوراً فون نمبر ارسال کردیا اور پھر مصر کے احمدی احباب کا میرے ساتھ رابطہ ہوگیا۔

دوست کے ساتھ مل کر تحقیق کا آغاز

اسی عرصہ میں مَیں نے ''اسامہ'' نامی ایک دوست سے جماعت کے بارہ میں حکمت سے بات شروع کردی۔ اسامہ شعر پسند نہ کرتا تھا۔ میں نے اسے بعض قصائد بھیجنے شروع کردیئے۔ میں جاننا چاہتا تھا کہ کیا محض شعروشاعری سے شغف کی وجہ سے میں ان شعروں سے متأثر ہوتا ہوں یا دوسروں پر بھی ان کا یہی اثر ہوتا ہے؟ کچھ عرصہ کے بعد اسامہ نے مجھے ان قصائد کے بارہ میں پوچھنا شروع کردیا۔ اس کے سوال پر میں نے اسے جماعت احمدیہ اور اس کے عقائد سے آگاہ کیا اور پھر ہم دونوں مل کر اس بارہ میں تحقیق کرنے لگے کہ کیا نزول عیسیٰؑ، خروج دجال وغیرہ کے بارہ میں جو ہمیں مروجہ طریق پر بتایا گیا تھا وہ درست تھا یا پھر جماعت احمدیہ کی پیش کردہ تشریحات درست ہیں؟

راہبر، راہزن نکلا

ہم ایک روز رہنمائی حاصل کرنے کے لئے اپنی قریبی مسجد کے مولوی صاحب کے پاس چلے گئے اور احمدیت کے بارہ میں ان کی رائے پوچھی۔ ان کا جواب تھا کہ یہ کافر اور اسلام سے خارج جماعت ہے۔ پھر انہوں نے جماعت کے خلاف دُہرائے جانے والے دیگر الزامات کا ذکر کیا۔ ہم اس مولوی صاحب کو تو کچھ کہے بغیر ہی اٹھ آئے۔ راستے میں اُسامہ نے مجھ سے کہا کہ جب اس مولوی صاحب نے نہ تو جماعت کی کوئی کتاب پڑھی ہے، نہ ہی مسیح موعود علیہ السلام کا کوئی قصیدہ پڑھا ہے، نہ ہی ایم ٹی اے کا کوئی پروگرام دیکھا ہے تو پھر وہ اتنے وثوق سے جماعت کے بارہ میں فتاویٰ کیسے دے سکتے ہیں؟! میری حالت بھی اس سے مختلف نہ تھی۔ مجھے بھی مولوی صاحب کی باتوں میں کوئی صداقت نظر نہ آئی۔ شاید اسی کا ردّعمل تھا کہ چند دنوں کے بعد ہی ہم دونوں نے بیعت کا فیصلہ کرلیا۔

بیعت اور خوشگوار حیرت

مجھے یاد ہے کہ بیعت سے قبل جماعت احمدیہ مصر کی طرف سے مکرم عمرو دیاب صاحب بذریعہ فون میرے ساتھ رابطے میں تھے۔ وہ جب بھی بیعت کے بارہ میں بات کرتے تو میں کہتا کہ میں کوشش کررہا ہوں تا میرے ساتھ کئی لوگ جماعت میں شامل ہوں۔ عمرو دیاب صاحب کہتے کہ جماعت کو کثرت عدد کی بجائے آپ کی طرح مخلص لوگ چاہئیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور بیعت کے وقت مَیں اپنے شہر ''نجع حمادی'' کا پہلا احمدی تھا۔ جبکہ میرے دوست اسامہ کا تعلق قریبی شہر سے تھا۔

بیعت کا فیصلہ کرنے کے بعد جب میں اور اسامہ باضابطہ طور پر بیعت فارم پُر کرنے اور احمدی احباب سے ملنے کیلئے قاہرہ گئے تو وہاں پر ایک خوشگوار حیرت ہماری منتظر تھی۔ ہمیں راستے میں پتہ چلا کہ مکرم مصطفیٰ ثابت صاحب ہمارے منتظر ہیں۔ یہ خبر سنتے ہی مارے خوشی کے مجھے جذبات پر قابو نہ رہا کیونکہ یہ میری خواہش تو تھی لیکن اتنی جلدی پوری ہونے کا خیال بھی نہ تھا۔ پھر جب ہم قاہرہ پہنچے تو میں نے مصطفیٰ ثابت صاحب سے ملتے ہی بے اختیار ہوکر ''اللہ اکبر'' کہا، ان کے بوسے لئے اور نہایت گرمجوشی سے مصافحہ کیا۔ بیعت کرنے کے لئے بیٹھے تو مصطفیٰ ثابت صاحب نے فرمایا کہ بیعت فارم پر دستخط کرنے سے پہلے شرائط بیعت پڑھ لیں۔ میں نے کہا کہ ہم سب کچھ پڑھ چکے ہیں اور اب بیعت کرنے کے لئے حاضر ہوئے ہیں اور اب مزید دیر نہیں کرسکتے۔

بیعت فارم پُر کرنے کے بعد مصطفیٰ ثابت صاحب کے ساتھ مختلف مسائل پر گفتگو بھی ہوئی جو نہایت سحر انگیز اثر لئے ہوئے تھی۔

بیعت کے بعد جب میں اپنے شہر واپس آیا تو اپنے اہل خانہ کو تبلیغ کرنے لگا۔ کچھ عرصہ کے بعد مجھے خیال آیا کہ ہمارے معاشرے کے اکثر لوگ مولویوں کے زیر اثر ہیں اور مولویوں کو یہ بھی ملکہ حاصل ہے کہ وہ مختلف موضوعات پر دھوآں دھار خطاب کرتے ہیں، لہٰذا انہیں تبلیغ کرنا بہتر ہوگا کیونکہ ان میں سے کسی کی ہدایت سے یہ پیغام بہت کم عرصہ میں بہت زیادہ لوگوں تک پہنچ جائے گا۔ یہ سوچ کر میں ایک مولوی صاحب کے پاس گیا اور اسے احمدیت یعنی حقیقی اسلام کے بارہ میں بتایا۔ اس کا ردّعمل میری توقعات کے بالکل برعکس پہلے مولوی سے بھی زیادہ شدید تھا۔ وہ تکفیر وتکذیب اور نفرات وکراہت کی ساری حدیں پار کرگیا۔ اس نے رٹے رٹائے اعتراضات و الزامات کو بیان تو کیا لیکن ان کی صحت کے بارہ میں معمولی سی تحقیق کرنے کی زحمت بھی گوارا نہ کی۔

مجھے گھر میں ہی نمازیں پڑھتا دیکھ کر میرے گھر والوں کو یہ احساس بھی تھا کہ احمدیوں کی نماز مختلف نہیں لیکن کثرت سے تبلیغی گفتگو سن کر بالآخر وہ زِچ ہوگئے اور مجھے ایسا کرنے سے روک دیا۔ لیکن مختلف طریقوں سے میں نے تبلیغ کرنے کا سلسلہ جاری رکھا۔

(باقی آئندہ)

سلسلہ احمدیہ کی تمدّنی ضروریات

(اقتباس از خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

فرمودہ 27 دسمبر 1932ء برموقع جلسہ سالانہ قادیان)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

’’بظاہر تمدّن ایک معمولی چیز نظر آتا ہے مگر دراصل اس کی تفصیل کی حد نہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ایک بات کو یُوں کرلیا تو کیا اور وُوں کرلیا تو کیا، معمولی بات ہے۔ مگر ان معمولی باتوں کا مجموعہ بہت بڑی بات بن جاتی ہے۔

کسی کے متعلق کہتے ہیں اسے خیال تھا کہ مَیں بڑا بہادر ہوں اس کے اظہار کے لئے وہ شیر کی تصویر اپنے بازو پر گدوانے لگا۔ جب گودنے والے نے سُوئی ماری تو اس نے پوچھا: کیا گودنے لگے ہو؟ اُسے بتایا گیا شیر کا دایاں کان گودنے لگا ہوں۔ اس نے کہا اس کے بغیر شیر بن سکتا ہے یا نہیں؟ کہا گیا بن سکتا ہے۔ اس نے کہا اسے چھوڑ و اور آگے چلو۔ گودنے والے نے پھر سوئی ماری تو اس نے کہا کیا گودنے لگے ہو۔ بتایا گیا شیر کا بایاں کان۔ اس نے کہا اسے بھی چھوڑو، آگے چلو۔ اسی طرح جو عضو بھی گودنے لگتا کہہ دیتا اسے رہنے دو۔ آخر گودنے والے نے کہا: ایک آدھ چیز نہ ہوتب تو شیر رہ سکتا ہے لیکن اگر سب کے سب اعضاء چھوڑ دیئے جائیں تو پھر شیر کہاں رہ سکتا ہے۔

اسی طرح گو تمدّن کی چھوٹی چھوٹی باتیں ہوتی ہیں لیکن ان کا خیال نہ رکھا جائے تو مجموعی طور پر ان کا اخلاق پر بڑا بھاری اثر ہوتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ تمام کمزوریاں تمدّن سے شروع ہوتی ہیں۔ مذہب میں بھی اسی سے خرابی پیدا ہوتی ہے۔ عام لوگوں کو اس سے بحث نہیں ہوتی کہ ملائکہ ہیں یا نہیں، اگر ہیں تو کیا چیز ہیں بلکہ وہ یہ دیکھتے ہیں کہ ہمارے معاملات کیسے ہیں۔

غیر مبائعین کو ہی دیکھ لو۔ جن لوگوں نے مرکز سے علیحدگی اختیار کی اُن کا ابتدا میں کوئی مذہبی جھگڑا نہ تھا۔ اُن کے مدِّ نظر صرف یہ بات تھی کہ حضرت خلیفہ اوّل کے بعد کون خلیفہ ہوگا۔ مجھے یاد ہے حضرت خلیفہ اوّل کے وقت جب یہ سوال اٹھایا گیا کہ انجمن خلیفہ کے ماتحت ہے یا خلیفہ انجمن کے ماتحت تو لوگوں کو باہر سے بلایا گیا۔ اس دن مَیں نماز کے انتظار میں اپنے صحن میں اندر ٹہل رہا تھا اور بہت سے لوگ مسجد میں جمع تھے۔ ان میں بہت جوش پایا جاتا تھا اور ایک دوسرے سے گفتگو کر رہے تھے۔ مَیں نے سنا اس وقت کہا جا رہا تھا کہ حضرت مولوی صاحب جو چاہیں کریں ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ کوئی بچہ نہ خلیفہ بن جائے۔ اس وقت میری سمجھ میں نہ آتا کہ بچہ سے کون مراد ہے۔ پھر معلوم ہوا کہ وہ میرے متعلق کہتے ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے مسائل میں اختلاف پیدا کرلیا۔

اسی طرح شیعہ سُنّی کا جو جھگڑا ہے اس کی وجہ بھی ذاتی معاملات بنے۔ مسائل میں اختلاف بعد میں پیدا کرلیا گیا۔ اصل جھگڑا اسی بات سے شروع ہوا کہ حضرت علیؓ کیوں پہلے خلیفہ نہ بنے۔

غرض چھوٹے چھوٹے تمدّنی جھگڑے ہوتے ہیں جو بعد میں بڑی باتیں بن جاتی ہیں اور مذہبی عقائد میں اختلاف پیدا ہوجاتا ہے۔ ہمیں اس اختلاف سے جماعت کو بچانے کے لئے کوشش کرنی چاہئے۔ اس کے لئے مَیں چند باتیں بیان کرتا ہوں۔

بیاہ شادی میں قومیت کی پابندیاں دُور کرو

پہلی بات یہ ہے کہ اب تک ہماری جماعت میں بیاہ شادی کے متعلق قومی سوال سختی سے اٹھایا جاتا ہے حتّٰی کہ ہم تو قوم در قوم کے اختلاف سُن کر چکرا جاتے ہیں۔ ہماری جماعت کو چاہئے نیچے والوں کو اوپر اٹھایا جائے اور اوپر والوں کو نیچے لایا جائے۔ اصل بات تو یہ ہے کہ نہ کوئی اوپر ہے اور نہ کوئی نیچے سب برابر ہیں۔ لیکن سمجھا جاتا ہے کہ قومیت کے لحاظ سے بعض لوگ اوپر ہیں اور بعض نیچے۔ اس لئے جو لوگ یہ سمجھتے ہیں مَیں ان سے کہتا ہوں کہ وہ آپس میں مل جائیں۔ یہ دو بھائیوں میں لڑائی والا معاملہ ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ فلاں بھائی چل کر دوسرے کے گھر جائے بلکہ مشہور شاعر ذوقؔ کی طرح یہ کہتے ہیں:

بعد مدّت کے گلے ملتے ہوئے آتی ہے شرم
اب مناسب ہے یہی کچھ تم بڑھو کچھ ہم بڑھیں

جن قوموں کو ایک دوسرے کے قریب سمجھا جاتا ہے انہیں چاہئے کہ آپس میں شادیاں شروع کردیں تا کہ قومیت کی بے جا پابندیاں کسی قدر تو ڈھیلی ہوجائیں اور اس طرح قومیت کی اونچ نیچ کو مٹانے کی کوشش کی جائے۔

لڑکی والوں کا شادی سے قبل کچھ لینا ناجائز ہے

دوسری بات مَیں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ شادی کے موقعہ پر روپیہ وغیرہ لینے کی رسم بھی پائی جاتی ہے اور یہ بات بُردہ فروشی سے کم نہیں ہے۔ جو شخص لڑکی کی شادی کے سلسلہ میں روپیہ وغیرہ لیتا ہے اس کی عقل پر پردہ پڑ جاتا اور اُس کی آنکھوں پر پٹّی بندھ جاتی ہے۔ وہ لڑکے کی خوبیاں نہیں دیکھتا بلکہ یہ دیکھتا ہے کہ مجھے کتنا روپیہ ملتا ہے۔ ہم کہتے ہیں وہی روپیہ نہیں جو لڑکی کی ملکیت ہو بلکہ وہ بھی جو داماد کی ملکیت ہو لے لے مگر شادی کے بعد۔ شادی سے قبل کچھ لینا قطعاً ناجائز ہے۔ بُردہ فروشی ہے اور یہ حرام ہے۔

بٹّہ کی مذموم رسم

دوسری رسم بٹّہ کی ہے۔ ملتان، جھنگ وغیرہ اضلاع جن میں مسلمانوں کی آبادی زیادہ ہے وہاں یہ مرض جاری ہے۔ اس کا نتیجہ بھی بُردہ فروشی ہے۔ لڑکی کے لئے اچھا رشتہ ہو تو اس لئے نہیں لیتے کہ لڑکے کے لئے بھی رشتہ ملنا چاہئے اور جہاں سے لڑکے کے لئے رشتہ مل جائے وہاں لڑکی کا رشتہ کر دیتے ہیں خواہ وہ لڑکی کے لئے رشتہ موزوں نہ ہو۔ یہ بات بھی بہت بُری ہے اسے بھی دُور کرنا چاہئے۔

بیاہ شادی میں سادگی اختیار کرو

تیسری بات یہ ہے کہ بیاہ شادی میں سادگی نہیں اختیار کی جاتی۔ اس سے بھی خطرناک نقصان ہوتا ہے۔ اس کا ایک نتیجہ تو یہ ہوتا ہے کہ شادی ہونے میں دیر لگتی ہے۔ لڑکی والوں کی طرف سے کہا جاتا ہے کتنا زیور اور کتنا کپڑا دیا جائے گا۔ اگر یہ چیزیں ان کی منشاء کے مطابق نہ ہوں تو رشتہ نہیں کیا جاتا۔ ایسے لوگوں کی مثال اس پیر کی سی ہوتی ہے جو اپنے ایک مُرید کے گھر گیا اور کہنے لگا: دیکھو! کسی قسم کا تکلّف نہ کرنا۔ پلاؤ تو آپ پکائیں گے ہی اور ملک کا دستور ہے ساتھ زردہ بھی ہو، کچھ حلوہ بھی پکا لینا۔ اسی طرح بعض لوگ کہتے ہیں ہم احمدی ہیں۔ ہم نے سب رسمیں چھوڑ دی ہیں مگر اتنا ضرور ہو کہ کم از کم آٹھ سو کا زیور اور چھ سو کا کپڑا بنا لیا جائے۔ ہم نے رشتہ دار چھوڑے، اپنی قوم کو چھوڑا، کیا اب بھی ہم تکلّف کریں۔ گویا ان کے نزدیک اتنے زیور اور کپڑے کا مطالبہ تکلّف نہیں ہوتا۔

شادی کے موقع پر زیور اور کپڑے بطور تحفہ ہوتے ہیں۔ کوئی شخص یہ بے حیائی نہ کرتا ہوگا کہ کسی سے تحفہ مانگ کر لے مگر شادی بیاہ کے متعلق چونکہ یہ عادت ہوگئی ہے اس لئے اس کا حسن و قبح نہیں دیکھا جاتا۔ اگر کسی شخص سے کہو، فلاں دوست سے جا کر کہے مجھے تحفہ کے طور پر کشمیر کی شال منگا دیجئے یا اوور کوٹ بنوا دیجئے تو وہ کہے گا کیا تم مجھے ایسا بے حیا سمجھتے ہو کہ مَیں اس قسم کی بات کہوں۔ مگر لڑکی کے رشتہ کے سلسلہ میں زیور کپڑا وغیرہ کا مطالبہ کرنے میں وہ یہی کرتا ہے اور اپنی لڑکی کے نام پر کرتا ہے۔ یہ نہایت ہی شرمناک بات ہے۔ اس طرح بیاہ شادی میں رُکاوٹ پیدا ہوجاتی ہے اور لڑکے لڑکی کی جوانی اور ان کے جذبات کو تباہ کیا جاتا ہے۔

کُفو کا خیال ضروری ہے مگر اس کی حد بندی ہے اور وہ یہ کہ اپنی حیثیت کے قریب قریب کے خاندان میں رشتہ کرلیا جائے نہ کہ اپنے سے بہت اعلیٰ خاندان تلاش کیا جائے۔ اس قسم کی سختیوں کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ بیاہ شادی کی مشکلات بہت بڑھ گئی ہیں۔ چونکہ ہماری جماعت کے لوگ ملک میں پھیلے ہوئے ہیں اس لئے پہلے ہی رشتوں کا پتہ نہیں لگتا اور اگر کسی جگہ پتہ لگے تو پھر اس قسم کے سوال اٹھائے جاتے ہیں کہ لڑکے کی تنخواہ کیا ہے؟ جائیداد کتنی ہے؟ زیور کتنا ہوگا؟ کپڑا کتنا؟ اگر یہ باتیں اپنی خواہش اور منشاء کے مطابق نہ ہوں تو انکار کر دیا جاتا ہے۔ اس قسم کی باتیں عیب ہیں اور ان کی اصلاح نہایت ضروری ہے۔ جو لوگ خدا تعالیٰ کا توکّل چھوڑ کر ایسی باتیں کرتے ہیں، خدا تعالیٰ بھی ان کی تجاویز میں برکت نہیں ڈالتا اور ہمیشہ ان میں لڑائی جھگڑے ہوتے رہتے ہیں۔

معاملات کی صفائی اور معاہدات کی پابندی

ایک اور اہم بات معاملات کی صفائی ہے۔ اگر یہ سمجھ لیا جائے کہ جس طرح ہمیں تکلیف ہوتی ہے اسی طرح اس کو بھی ہوتی ہے جس کا روپیہ دینا ہوتا ہے تو پھر لین دین کے معاملات میں اتنی مشکلات نہ رونما ہوں۔ اگر کسی کے لئے آمدنی کی بالکل کوئی صورت نہیں تو اَور بات ہے۔ ایسی حالت میں لینے والے کو بھی اس پر رحم کرنا چاہئے۔ لیکن اگر کچھ نہ کچھ آمدنی ہو اور وہ اپنے اوپر تو خرچ کی جائے لیکن جس کا قرض دینا ہو اسے کچھ نہ دیا جائے تو یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ **شریعت نے معاہدات کی پابندی نہایت ضروری قرار دی ہے۔** پابندی اختیار نہ کرنے والوں کی وجہ سے ضرورتمند اور وعدہ کا ایفا کرنے والوں کو بھی کوئی قرض نہیں دیتا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم معاہدات کی اس قدر پابندی کرتے تھے کہ جب آپ جنگ بدر کے لئے تشریف لے گئے تو صرف تین سو سپاہی آپ کے ساتھ تھے۔ اس وقت دو مسلمان مکہ سے بھاگ کر آپ کے لشکر میں آملے جو بڑے جری اور بہادر تھے۔ تین سو کی تعداد کے لحاظ سے ان دو کی شمولیت بہت بڑی امداد تھی۔ لیکن جب انہوں نے کہا کہ جس وقت ہم آ رہے تھے اس وقت کفار نے ہمیں پکڑ لیا تھا اور پھر اس عہد پر چھوڑا کہ ہم ان کے مقابلہ پر نہ لڑیں گے مگر وہ کفار تھے ان سے معاہدہ کیا حقیقت رکھتا ہے۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، اس کی پابندی ضروری ہے۔ اور ان کو لڑائی میں شامل ہونے کی اجازت نہ دی۔ (مسلم کتاب الجھاد والسیر باب الوفاء بالعھد)

اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک داماد جب مسلمان ہوگئے تو وہ مکّہ گئے اور جن کا مال ان کے پاس تھا ان سب کو واپس دے کر پھر آئے۔ انہوں نے کہا مَیں اگر چاہتا تو مدینہ میں ہی رہ جاتا مگر مَیں اس لئے آیا کہ تم یہ نہ کہو مسلمان ہو گیا ہے اور دیانت سے کام نہیں لیا۔

تو معاہدات کو نہایت تکلیف اٹھا کر بھی پورا کرنا چاہئے حتّٰی کہ موت قبول کر کے بھی پورا کرنا چاہئے تا کہ جماعت کی اقتصادی حالت درست ہو۔

دوسری بات یہ ضروری ہے کہ مال میں خواہ ذرا سا بھی نقص ہو، تاجر کو چاہئے خریدار کو بتا دے تا کہ بعد میں کوئی جھگڑا نہ پیدا ہو۔ اس طرح نقصان نہیں ہوتا بلکہ فائدہ ہی رہتا ہے۔ جب انسان دھوکا کی چیز بیچنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتا تو مال خریدتے وقت خود بھی احتیاط نہیں کرتا لیکن اگر ناقص چیز گاہک اس سے نہ خریدے تو اسے خود بھی احتیاط کرنی پڑے گی۔ پھر معاملہ کی صفائی سے ایک قومی کیریکٹر بنتا ہے جو ساری قوم کے لئے نہایت مفید ہوتا ہے۔

تعلیم و تربیت

ایک اور ضروری معاملہ تعلیم و تربیت ہے۔ عام طور پر لوگ بچوں کی تعلیم و تربیت کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ سینکڑوں بچے ایسے ہیں خدا تعالیٰ ان پر رحم کرے کہ جب ان کے ماں باپ فوت ہوگئے تو وہ خراب ہوگئے کیونکہ ان کی تربیت نہ کی گئی تھی۔ **غور کرو اِدھر اگر ہم لوگوں کو اپنی جماعت میں داخل کرنے کی کوشش کرتے رہیں اور اُدھر ہماری جماعت کے بچے تعلیم و تربیت نہ ہونے کی وجہ سے نکلتے رہیں تو فائدہ کیا ہوا۔ کیا جس مَشک میں سوراخ ہو اس میں پانی ٹھہر سکتا ہے؟**

پس ایک تبلیغی جماعت کے لئے نہایت ضروری ہے کہ وہ اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کا پورا پورا خیال رکھے ورنہ وہ کبھی ترقی نہیں کرسکتی۔ مَیں دوستوں کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ پوری کوشش کریں۔ یہ کوشش ماں باپ ہی کرسکتے ہیں اور ضروری ہے کہ سارے کے سارے لوگ اس میں لگے رہیں۔ اگر سارے مصروف نہ ہوں تو پھر کوئی بھی کامیاب نہیں ہوسکتا کیونکہ جب تک دوسرے بچوں کی اصلاح نہ ہو اپنے بچوں کی بھی کوئی اصلاح نہیں کرسکتا۔

پھر تعلیم کا مفہوم صرف لکھنا پڑھنا سمجھا جاتا ہے مگر صحابہ کے نزدیک یہ نہ تھا۔ حضرت عمرؓ سے جب پوچھا گیا کہ تعلیم کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا لکھنا، پڑھنا، حساب، تیرنا اور تِیر چلانا۔ علم کے استعمال کرنے کے لئے طاقت اور ہمت نہایت ضروری چیز ہے۔ مَیں نے بہت سے صحابہ کے حوالے دیکھے ہیں جو تیرنا اور تِیر چلانا تعلیم میں شامل کرتے ہیں۔ ہمارے بچے فٹ بال اور کرکٹ وغیرہ تو کھیلتے ہیں مگر ان باتوں میں کوشش نہیں کرتے۔ فٹ بال وغیرہ اچھی کھیلیں ہیں مگر زندگی میں کام آنے والی نہیں اور تیرنا اور تِیر چلانا ایسی باتیں ہیں جو ساری زندگی سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان کے ذریعہ طاقت آتی ہے، صحت حاصل ہوتی ہے اور ساتھ ہی یہ فن زندگی میں کام آتے ہیں۔ **پس ہماری جماعت کے لوگوں کو چاہئے کہ بچوں کو لکھنے پڑھنے کے ساتھ تیرنا، غلیل چلانا وغیرہ بھی سکھائیں۔** زمانہ تو بندوق چلانے کا ہے مگر جب تک بندوق چلانے کے لئے نہ ملے اس وقت تک جو کچھ میسر ہو اسی سے کام لینا چاہئے۔ ہاں اپنے بچوں کو یہ ضرور بتا دینا کہ غلیل وغیرہ کسی انسان پر نہ چلائیں۔ یہ بہت اہم بات ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بہت احتیاط کیا کرتے تھے۔ چنانچہ فرمایا: جب کسی کو چُھری پکڑانے لگو تو سِرا اُس کی طرف نہ کیا جائے بلکہ دستہ کیا جائے۔ بچوں کو جب اس قسم کی تعلیم دو تو ساتھ احتیاطیں بھی ضرور سکھاؤ کہ کسی کو ضرر نہ پہنچانا۔ (باقی آئندہ)

خطبہ جمعہ

جولوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر غلط الزامات لگاتے ہیں اور ہنسی اور ٹھٹھے کا نشانہ بنا کر سمجھتے ہیں کہ ہم کامیاب ہوجائیں گے وہ احمقوں کی جنت میں بستے ہیں۔ ان کی یہ سازشیں اور کوششیں اللہ تعالیٰ کے اس پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی نقصان نہیں پہنچاسکتیں۔ جس مقصد کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا ہے اس کا حصول اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوتا چلا جائے گا اور اس زمانے میں تو اس مقصد کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کے عاشق صادق کو بھیج کر اسلام کی خوبصورت تعلیم کو پھیلانے کے نئے دروازے کھول دیئے ہیں۔

فرانس میں بعض مسلمان کہلانے والوں کے ایک اخبار کے دفتر پر حملہ کر کے قتل وغارتگری اور اس کے غلط ردّعمل کے بدنتائج کا تذکرہ

اس عمل نے دنیا کے بہت سے ممالک میں نہ صرف اسلام کی تعلیم کے غلط تصور کو ہوا دی ہے بلکہ مرتے دشمن کو زندہ کرنے کا کردار بھی ادا کیا ہے۔

کاش کہ مسلمان تنظیمیں جو اسلام کے نام پر ظلم کرتی ہیں سمجھیں کہ اسلام کی پیار و محبت کی تعلیم زیادہ جلدی دنیا کو اسلام کی آغوش میں لاسکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ کہہ کر کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت بھیجتے ہیں ایک اصولی بات بتادی ہے کہ یہ حرکتیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچاسکتیں۔ تمہارا کام ان لغویات میں پڑنے کے بجائے، اسی طرح جہالت سے جواب دینے کی بجائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود اور سلام بھیجنا ہے

یہ تو اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہے کہ اسلام کی تعلیم کا صحیح رُخ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق کی جماعت نے دنیا کو بتانا ہے جو آپ سے سیکھا۔ دنیا بھر میں پریس اور الیکٹرانک میڈیا کے ذریعہ اسلام کی صحیح تعلیم کی وسیع پیمانے پر تشہیر

احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حوالہ سے درود شریف کی اہمیت، فوائد و برکات، درود کی حکمت اور درود پڑھنے کے صحیح طریق کا تذکرہ

درود شریف کو کثرت سے پڑھنا آج ہر احمدی کے لئے ضروری ہے تا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے مقصد کو بھی ہم پورا کرنے والے ہوں۔ خدا تعالیٰ کی آواز پر ہم لبّیک کہنے والے ہوں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت کے دعوے پر پورے اترنے والے ہوں

اللہ تعالیٰ ہمیں حقیقی رنگ میں درود پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس درود کی وجہ سے ہم جہاں خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے والے ہوں وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ہمیشہ ترقی کرتے چلے جانے والے بھی ہوں اور آپ کی شریعت کے پھیلانے کے کام میں اپنی صلاحیتوں کو صَرف کرنے والے ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے مطابق دنیا سے فتنہ و فساد کو ختم کرنے کے لئے اپنا کردار ادا کرنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

مکرم مولوی عبدالقادر صاحب دہلوی درویش اور مکرمہ مبارکہ بیگم صاحبہ اہلیہ بشیر احمد صاحب حافظ آبادی مرحوم کی وفات۔ مرحومین کا ذکر خیر اور نماز جنازہ غائب

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 16 رجنوری 2015ء بمطابق 16 صلح 1394 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيکَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّا کَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاکَ نَسْتَعِيْنُ۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّآلِّيْنَ ۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ۔ يٰٓاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (الاحزاب:57)

یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو تم بھی اس پر درود اور خوب خوب سلام بھیجو۔

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی پر اپنی رحمتیں نازل فرما رہا ہے۔ اس کے فرشتے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دعائیں دے رہے ہیں، اس کے لئے رحمت مانگ رہے ہیں۔ پس جب یہ صورتحال ہے تو وہ لوگ جو مختلف حیلے اور ہتھکنڈے استعمال کر کے اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ترقی کو روکنا یا کم کرنا چاہتے ہیں وہ کبھی کامیاب نہیں ہوسکتے۔ جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر غلط الزامات لگاتے ہیں اور ہنسی اور ٹھٹھے کا نشانہ بنا کر سمجھتے ہیں کہ ہم کامیاب ہوجائیں گے وہ احمقوں کی جنت میں بستے ہیں۔ ان کی یہ سازشیں اور کوششیں اللہ تعالیٰ کے اس پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی نقصان نہیں پہنچاسکتیں۔ جس مقصد کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا ہے اس کا حصول اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوتا چلا جائے گا اور اس زمانے میں تو اس مقصد کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کے عاشق صادق کو بھیج کر اسلام کی خوبصورت تعلیم کو پھیلانے کے نئے دروازے کھول دیئے ہیں۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جن کو اللہ تعالیٰ نے ہر زمانے اور ہر قوم کے لئے نبی بنا کر بھیجا ہے اس کی مدد کے سامان بھی اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور فضل سے خود فرما رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین نہ پہلے کبھی کامیاب ہوسکے، نہ اب کامیاب ہوسکتے ہیں۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔ اس لئے اس کی تو ایک حقیقی مسلمان کو فکر ہی نہیں ہونی چاہئے کہ اسلام کو یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو کوئی دنیاوی کوشش نقصان پہنچاسکتی ہے۔ ہاں جو کام اللہ تعالیٰ نے حقیقی مسلمان کے ذمّہ لگایا ہے وہ یہ ہے کہ جس طرح وہ اور اس کے فرشتے اس نبی کے مقام کو اونچا کرنے کے لئے اس پر رحمت بھیج رہے ہیں تم اپنا فرض ادا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے پیارے، کامل، مکمل اور آخری نبی پر بیشمار درود اور سلام بھیجو۔ پس یہ فرض ہے جو ایک حقیقی مسلمان کا ہے۔ اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کام کو ترقی دیتے چلے جانے والوں میں شامل ہو کر اللہ تعالیٰ

اوراس کے فرشتوں کی بات کے پیچھے چلتے ہوئے بیشمار درود اور سلام ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھیجیں۔

گزشتہ دنوں فرانس میں جو حالات ہوئے اور مسلمان کہلانے والوں نے ایک اخبار کے دفتر پر حملہ کرکے جو بارہ آدمیوں کو مار دیا اس کے بارے میں گزشتہ جمعہ میں مختصر ذکر کرکے مَیں نے احمدیوں کو، افرادِ جماعت کو درود پڑھنے کی طرف توجہ دلائی تھی کہ قتل و غارت گری سے اسلام کی فتح نہیں ہوگی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے سے ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہوسکیں گے۔ نیز اس فکر کا بھی مَیں نے اظہار کیا تھا کہ اس حملے کے بدلے میں غلط ردّعمل دکھایا جاسکتا ہے یا دکھایا جائے گا اور یہی ان لوگوں سے امید کی جا سکتی تھی۔ غلط ردّعمل دکھا کر ان لوگوں نے بھی دوبارہ خاکے شائع کئے جو پھر ہمارے لئے مزید تکلیف کا باعث بنے اور ہر حقیقی مسلمان کے لئے تکلیف کا باعث بننے چاہئے تھے۔ اس دہشتگردی کا کیا فائدہ ہوا۔ دو تین سال پہلے جو ان اخبار والوں نے حرکت کی اور جو دب گئی تھی اس غلط حرکت کو پھر مسلمان کہلانے والوں کے غلط عمل نے ہوا دے دی۔ جو کچھ یہ اخبار پہلے کرتا رہا اس پر مغربی دنیا کے بہت سے لیڈرز نے سخت ردّعمل دکھایا۔ اس کو سختی سے ردّ کیا اور کئی حکومتوں نے کہا کہ ہم کبھی اپنے اخباروں کو اجازت نہیں دیں گے۔ لیکن گزشتہ ہفتے کے واقعہ کے بعد بہت سے بظاہر عقل رکھنے والے اور ذمّہ داروں لوگوں نے اور لیڈروں نے اس بیہودہ اخبار کی حمایت کا اعلان کر دیا۔ اور مختلف جگہوں سے انہیں کئی ملینز (millions) ڈالر کی امداد ملنی شروع ہوگئی۔ اس اخبار کی اشاعت جو صرف ساٹھ ہزار تھی اور کہا جا رہا تھا کہ شاید یہ اپنی موت آپ مرنے والا ہے، بالکل ختم ہونے والا ہے اور ختم ہو جائے گا۔ مسلمان کہلانے والوں کے غلط عمل نے ایک دن کے اندر اندر، ایک ہفتے کے اندر اندر اس کی اشاعت کو پانچ ملین سے اوپر پہنچا دیا۔ اور اب بعض اندازے لگانے والے یہ کہتے ہیں کہ شاید اس اخبار کو دس بارہ سال اور مل گئے ہیں جو شاید چھ مہینے بھی نہ چلتا۔

پس اس عمل نے دنیا کے بہت سے ممالک میں نہ صرف اسلام کی تعلیم کے غلط تصور کو ہوا دی ہے بلکہ مرتے دشمن کو زندہ کرنے کا کردار بھی ادا کیا ہے۔ کاش کہ مسلمان تنظیمیں جو اسلام کے نام پر ظلم کرتی ہیں سمجھیں کہ اسلام کی پیار و محبت کی تعلیم زیادہ جلدی دنیا کو اسلام کی آغوش میں لاسکتی ہے۔ اسلام جس طرح صبر اور حوصلے کی تعلیم دیتا ہے اس کا کوئی دوسرا مذہب مقابلہ ہی نہیں کرسکتا۔ یہ دنیا دار تو وہ لوگ ہیں جن کی دین کی آنکھ اندھی ہے، جو اللہ تعالیٰ کے نبیوں کی بات تو ایک طرف خود خدا تعالیٰ کا استہزاء کرنے سے بھی باز نہیں آتے۔ ان جاہلوں کے عمل پر اگر ہماری طرف سے بھی جاہلانہ ردّعمل ہو تو یہ ضد میں آکر مزید جہالت کی باتیں کریں گے۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان لوگوں کے منہ لگنے کے بجائے ان لغویات سے پُر لوگوں سے اعراض کرتے ہوئے علیحدہ ہو جاؤ۔ صرف ان کی مجلس میں بیٹھنا یا ان کی ہاں میں ہاں ملانا ہی گناہ نہیں ہے یا گنہگار نہیں بناتا بلکہ جب غلط کام کرنے والوں کو اس طرح الٹا کر جواب دیا جائے اور پھر وہ الٹا کر خدا تعالیٰ کا استہزاء کریں یا برا بھلا کہیں یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں نازیبا الفاظ استعمال کریں یا کسی بھی رنگ میں اظہار کریں تو تب بھی ہم میں سے جو لوگ ایسا کرنے والے ہیں اس گناہ میں شامل ہو رہے ہوں گے۔

پس ایک حقیقی مسلمان کو اس سے بچنا چاہئے۔ معاملہ خدا تعالیٰ پر چھوڑنا چاہئے۔ خدا تعالیٰ نے یہی فرمایا ہے کہ جب میرے پاس لَوٹنا ہے تب ان کی حرکتوں کا خمیازہ انہیں بھگتنا ہوگا۔ آخر ایک دن اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنا ہے تب اللہ تعالیٰ انہیں بتائے گا کہ وہ کیا کرتے رہے ہیں۔ آجکل دشمن اسلام کے خلاف تلوار اٹھانے کے بجائے ایسے ہی گھٹیا ہتھکنڈے استعمال کر کے اسلام کو، اسلام کی تعلیم کو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نقصان پہنچانا چاہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ کہہ کر کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت بھیجتے ہیں ایک اصولی بات بتا دی ہے کہ یہ حرکتیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتیں۔ تمہارا کام ان لغویات میں پڑنے کے بجائے، اسی طرح جہالت سے جواب دینے کے بجائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود اور سلام بھیجنا ہے۔ یہ ایک حقیقی مسلمان کا کام ہے۔ اس کا حق ادا کرو تو سمجھو کہ تم نے وہ فرض ادا کر دیا۔ جیسا کہ میں نے ذکر کیا کہ وہ لوگ جو اس بیہودہ رسالے کے خلاف تھے اس حملے کے بعد ان میں سے بہت سے اس کے حق میں بھی ہو گئے کہ آزادی رائے کا ہر ایک کو حق ہے۔ لیکن اس کے باوجود ان لوگوں میں ایسے انصاف پسند اور عقلمند بھی ہیں جنہوں نے اس رسالے کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بیہودہ اظہار کو ناپسند کیا ہے اور ناپسند کرتے ہوئے اس کی انتظامیہ کو ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔ مثلاً اس رسالے جس کا نام چارلی ایبڈو (Charlie Hebdo) ہے اس کے ابتدائی ممبر جن کا نام ہنری رَسَل (Henri Roussel) ہے وہ کہتے ہیں کہ جو خاکے اس اخبار نے بنائے تھے وہ بھڑکانے والے تھے اور یہی وجہ ہے کہ اس غیر ذمہ دارانہ فعل کی وجہ سے ایڈیٹر نے اپنی ٹیم کو موت کے منہ میں دھکیل دیا اور کہتے ہیں کہ اس قسم کی باتیں ہماری بنیادی پالیسی کے خلاف تھیں جو یہ گزشتہ کئی سالوں سے کر رہے ہیں۔

اسی طرح پوپ نے بڑا اچھا بیان دیا ہے کہ آزادی رائے کی کوئی حد ہونی چاہئے۔ آزادیٔ رائے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بالکل چھوٹ دے دی جائے۔ انہوں نے کہا کہ ہر مذہب کا ایک وقار ہے اور اس کا احترام ضروری ہے اور کسی بھی مذہب کی عزّت پر حملہ نہیں کرنا چاہئے۔ اپنی مثال دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ میرے قریبی دوست (جو اُن کے دوروں کو آرگنائز کرتے ہیں) اگر وہ بھی میری ماں پر لعنت ڈالیں یا برا بھلا کہیں تو میرا ردّعمل یہی ہوگا کہ میں اس کے منہ پر مُکّا ماروں گا اور ان کو مجھ سے اس ردّعمل کی توقع رکھنی چاہئے کہ مُکّا ماروں گا۔ بہرحال ان کا کسی کے جذبات کو بھڑکانا غلط ہے اور انہوں نے جذبات کو بھڑکایا ہے اس لئے قصور ان کا ہے۔ پوپ نے بڑا حقیقی بیان دیا ہے۔ مسلمانوں کو بھی اب عقل کرنی چاہئے اور اس کے بعد پھر غلط ردِّعمل نہیں دکھانا چاہئے۔ آجکل میڈیا دنیا پر چھایا ہوا ہے اور کہیں بھی آگ لگانے یا آگ بجھانے، فساد پیدا کرنے یا فساد روکنے میں یہ بڑا کردار ادا کرتا ہے۔

اس مرتبہ یہ بھی پہلی مرتبہ ہوا ہے کہ اس واقعے کے بعد یوکے (UK) اور دنیا کے مختلف میڈیا نے جماعت سے بھی ہمارا ردّعمل یا مؤقف اس بارے میں پوچھا جس میں ہم نے اس قتل کے واقعے کے بارے میں بتایا کہ یہ غیر اسلامی فعل ہے اور ہم اس پر افسوس کرتے ہیں لیکن آزادیٔ رائے کی بھی کچھ حدود ہونی چاہئیں ورنہ دنیا میں فساد پیدا کرنے کے ذمہ دار وہ لوگ ہوں گے جو دوسروں کے جذبات کو انگیخت کرتے ہیں۔ بہرحال اس کے علاوہ کچھ تفصیلی باتیں پریس میں بیان ہوئی ہیں۔ یوکے (UK) میں سکائی نیوز (Sky News)، نیوز فائیو (News Five)، بی بی سی ریڈیو (BBC Radio)، ایل بی سی (LBC)، بی بی سی لیڈز (BBC Leeds) اور لنڈن لائیو (London Live)، پھر باہر کے ٹی وی ہیں، فاکس ٹی وی (Fox Tv) ہے، سی این این (CNN) ہے، کینیڈا کے اخبارات ہیں، اسی طرح یونان، آئرلینڈ، فرانس، امریکہ کے مختلف اخبارات ہیں۔ انہوں نے ہمارا مؤقف بیان کیا۔ ان کے سٹوڈیو میں جا کر بھی انٹرویو ہوئے ہیں اور اس ذریعے سے کئی ملین لوگوں تک اسلام کا حقیقی مؤقف اور تعلیم پہنچی ہے۔ اس میں یہاں امیر صاحب کا بھی انٹرویو ایک ٹی وی نے لیا تھا اور امام مسجد فضل عطاء المجیب راشد صاحب کا بھی انٹرویو لیا تھا۔ اسی طرح امریکہ، کینیڈا، فرانس میں ہماری ٹیمیں ہیں، نمائندے ہیں۔ ان کے ٹیموں کے نمائندے شامل ہوئے۔ پریس کی ٹیم ہے اور ان کو سٹوڈیو میں بلا کر ان کے انٹرویو لئے گئے یا سوال کئے گئے۔ اخباروں نے ہمارے مضمون چھاپے، آرٹیکل چھاپے یا اس حوالے سے خبر دی۔ تو بہرحال اس ٹیم نے بھی ہر جگہ دنیا میں یوکے (UK) میں بھی اور امریکہ اور کینیڈا میں بھی حقیقی تعلیم پہنچانے کا اچھا حق ادا کیا ہے۔

کینیڈا کی ٹیم کے پریس کے رابطے اور خبروں پر وہاں کے ایک جرنلسٹ نے لکھا ہے کہ میں یہ سوال پوچھتا ہوں کہ احمدیہ مسلم جماعت مسلمانوں میں ایک چھوٹا سا فرقہ ہے لیکن اس کے باوجود اتنی زیادہ ان کی طرف سے میڈیا میں کوریج ہوئی ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ اور انہوں نے صحیح پیغام پہنچانے کی کوشش کی ہے۔ تو یہ تو اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہے کہ اسلام کی تعلیم کا صحیح رُخ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق کی جماعت نے دنیا کو بتانا ہے جو آپ سے سیکھا۔

پس جیسا کہ میں نے گزشتہ خطبے میں بھی کہا تھا کہ یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ اپنے اپنے حلقے میں دنیا کو یہ پیغام دیں اور سمجھائیں کہ غلط ردّعمل صرف فساد کو جنم دیں گے، اَور کچھ نہیں ہوگا۔ اور جو موجودہ حالات ہیں دنیا کے ان میں پھر بھڑک کر ایک آگ لگ جائے گی اور یہ آگ پھر چاروں طرف پھیلنے والی آگ بن جائے گی جس کی دنیا اس وقت متحمّل نہیں ہوسکتی۔ پس غلط ردّعمل سے نہ لوگوں کو انگیخت کرو، نہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ کو آواز دو۔ خدا تعالیٰ دنیا کو عقل دے۔

لیکن اس کے ساتھ ایک احمدی کا ایک بہت بڑا کام اس طریق پر چلنا بھی ہے جو خدا تعالیٰ نے ہمیں بتایا ہے کہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡهِ وَ سَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا کہ اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم بھی اس نبی پر درود اور سلام ایک جوش کے ساتھ بھیجو۔ گو اللہ تعالیٰ کے حکموں پر ایک مومن کو حتی المقدور عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اور کیوں یا کس لئے کا سوال نہیں اٹھانا چاہئے۔ ظاہر ہے عموماً اٹھاتا بھی نہیں۔ جُوں جُوں کسی کا ایمان اور دینی معاملات کا علم اور دعاؤں کا فہم بڑھتا ہے حکم کی حکمت اور فوائد بھی نظر آنے لگ جاتے ہیں یا سمجھ آ جاتے ہیں۔ لیکن کچھ علم حاصل کر کے سیکھنا بھی اسلامی تعلیم کا ایک خوبصورت حصہ ہے۔ اسلام یہ بھی کہتا ہے کہ علم حاصل کرو اور سیکھو بھی اور یہ فہم اور ادراک حاصل کرنے کی کوشش بھی کرو۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف قدم بھی بڑھاؤ۔ بہرحال یہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ یہ سیکھو تا کہ حکمت جلد سے جلد سمجھ آ جائے۔ نہ کہ اس انتظار میں رہو کہ آہستہ آہستہ سیکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کرنے کا فہم اور ادراک بھی حاصل ہو جائے اور پھر یہ فہم اور ادراک حاصل ہونے کی وجہ سے بہتر رنگ میں اس پر عمل ہوسکے۔

پس اس حوالے سے اس وقت میں بعض احادیث اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اقتباسات پیش کروں گا جو درود شریف کی اہمیت اور اس کے فوائد کو بھی واضح کرتے ہیں۔ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبّت کا دعویٰ کرتے ہیں اور اس محبت کے تقاضے کی وجہ سے ہمارے دل اُس وقت چھلنی ہوتے ہیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کوئی نازیبا الفاظ کہے جائیں یا کسی بھی طرح غلط رنگ میں آپ کی طرف کوئی بات منسوب کی جائے۔ لیکن اس محبت کا حقیقی اظہار اور اس کا فائدہ کس طرح ہوگا، اس بارے

میں حضرت عبداللہؓ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن لوگوں میں سے سب سے زیادہ میرے نزدیک وہ شخص ہوگا جواُن میں سے مجھ پر سب سے زیادہ درود بھیجنے والا ہوگا۔(سنن الترمذی کتاب الصلوٰۃ ابواب الوتر باب ما جاء فی فضل الصلوٰۃ ......حدیث نمبر484)

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حقیقی محبت کا اظہار جس کے نتیجے میں آپؐ کا قرب ملے درود شریف پڑھنے سے ہی ہے۔

پھر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز اس دن کے خطرات سے اور ہولناک مواقع سے تم میں سے سب سے زیادہ محفوظ اور نجات یافتہ وہ شخص ہوگا جو دنیا میں مجھ پر سب سے زیادہ درود بھیجنے والا ہوگا۔ فرمایا کہ میرے لئے تو اللہ تعالیٰ کا اور اس کے فرشتوں کا درود ہی کافی تھا۔ یہ تو اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو ثواب پانے کا ایک موقع بخشا ہے کہ تم درود بھیجو۔(کنزالعمال جزء اول صفحہ 254 کتاب الاذکار / قسم الاقوال حدیث نمبر2225 دارالکتب العلمیۃ بیروت 2004ء)

پھر دعا کرنے کے صحیح طریق کے بارے میں ایک روایت میں آتا ہے۔ حضرت فضالہ بن عبید روایت کرتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا ایک شخص آیا اور اس نے نماز پڑھی اور دعا کرتے ہوئے کہا۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے نماز پڑھنے والے تُو نے جلدی کی۔ چاہئے کہ جب تُو نماز پڑھے اور بیٹھے تو اللہ تعالیٰ کی حمد اور ثنا کرے۔ پھر مجھ پر درود بھیجے۔ پھر جو بھی دعا وہ چاہتا ہے مانگے۔ راوی کہتے ہیں پھر ایک دوسرا شخص آیا اس نے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اَیُّھَا الْمُصَلِّی اُدْعُ تُجَبْ۔ کہ اے نماز پڑھنے والے دعا کر، قبول کی جائے گی۔

(سنن الترمذی ابواب الدعوات باب ما جاء فی جامع الصلوات عن النبی صلی اللہ علیہ و سلم حدیث نمبر3476)

پھر حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن عاص سے روایت ہے، انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم موذن کو اذان دیتے ہوئے سنو تو تم بھی وہی الفاظ دہراؤ جو وہ کہتا ہے۔ پھر مجھ پر درود بھیجو۔ جس شخص نے مجھ پر درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس گنا رحمتیں نازل فرمائے گا۔ پھر فرمایا میرے لئے اللہ تعالیٰ سے وسیلہ مانگو یہ جنت کے مراتب میں سے ایک مرتبہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ایک بندے کو ملے گا۔ اور میں امید رکھتا ہوں کہ وہ مَیں ہی ہوں گا۔ جس کسی نے بھی میرے لئے اللہ سے وسیلہ مانگا اس کے لئے شفاعت حلال ہو جائے گی۔(صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب القول مثل قول المؤذن لمن سمعه ثم یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ و سلم حدیث نمبر849)

پس یہ درود جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت میں اضافہ کرتا ہے وہاں قبولیت دعا کے لئے بھی ضروری ہے اور اپنی بخشش کے لئے بھی ضروری ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی لئے فرمایا ہے کہ دعا آسمان اور زمین کے درمیان ٹھہر جاتی ہے اور جب تک اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تم درود نہ بھیجو اس میں سے کوئی حصہ بھی خدا تعالیٰ کے حضور پیش ہونے کے لئے اوپر نہیں جاتا۔

(سنن الترمذی کتاب الصلوٰۃ ابواب الوتر باب ما جاء فی فضل الصلوٰۃ علی النبیﷺ حدیث نمبر486)

درود پڑھنے کے لئے کس طرح کوشش ہونی چاہئے؟ اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے ایک مرید کو لکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ''آپ درود شریف کے پڑھنے میں بہت ہی متوجہ رہیں اور جیسا کہ کوئی اپنے پیارے کے لئے فی الحقیقت برکت چاہتا ہے ایسے ہی ذوق اور اخلاص سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے برکت چاہیں اور بہت ہی تضرع سے چاہیں اور اس تضرع اور دعا میں کچھ بناوٹ نہ ہو بلکہ چاہئے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی دوستی اور محبت ہو اور فی الحقیقت روح کی سچائی سے وہ برکتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مانگی جائیں کہ جو درود شریف میں مذکور ہیں......اور ذاتی محبت کی یہ نشانی ہے کہ انسان کبھی نہ تھکے اور نہ ملول ہو اور نہ اغراض نفسانی کا دخل ہو (ذاتی غرض کوئی نہ ہو)۔ اور محض اسی غرض کے لئے پڑھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر خداوند کریم کے برکات ظاہر ہوں۔''

(مکتوبات احمد جلد اول صفحہ 535-534 مکتوب بنام میر عباس علی شاہ مکتوب نمبر 18 شائع کردہ نظارت اشاعت ربوہ)

پھر درود کی حکمت بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ:

''اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی دوسرے کی دعا کی حاجت نہیں۔'' (جیسا کہ حدیث میں بھی آپؐ نے فرمایا کہ میرے لئے تو اللہ اور اس کے فرشتوں کا درود کافی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:) ''لیکن اس میں ایک نہایت عمیق بھید ہے۔ جو شخص ذاتی محبت سے کسی کے لئے رحمت اور برکت چاہتا ہے وہ بباعث علاقۂ ذاتی محبت کے اس شخص کے وجود کی ایک جزو ہو جاتا ہے'' (جو ذاتی محبت کی وجہ سے کسی کے لئے رحمت اور برکت چاہتا ہے وہ اس ذاتی محبت کے تعلق کی وجہ سے اس وجود کے چاہنے والے کے جسم کا ایک حصہ بن جاتا ہے) فرمایا کہ: ''پس جو فیضان شخص مَدْعُوْلَہٗ پر ہوتا ہے وہی فیضان اس پر ہو جاتا ہے۔'' (اللہ تعالیٰ کا جو فیض جس شخص کے لئے دعا کی جا رہی ہے اس پر ہوتا ہے دعا کرنے والے پر بھی وہی فیض ہو جاتا ہے۔) اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر فیضان حضرت احدیّت کے بے انتہا ہیں اس لئے درود بھیجنے والے کو کہ جو ذاتی محبت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے برکت چاہتے ہیں بے انتہا برکتوں سے بقدر اپنے جوش کے حصہ ملتا ہے مگر بغیر روحانی جوش اور ذاتی محبت کے یہ فیضان بہت ہی کم ظاہر ہوتے ہیں۔''

(مکتوبات احمد جلد اول صفحہ 535 مکتوب بنام میر عباس علی شاہ مکتوب نمبر 18 شائع کردہ نظارت اشاعت ربوہ)

پس ہمیں چاہئے کہ یہ ذاتی جوش پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

پھر درود شریف پڑھنے کی وجہ بیان فرماتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک جگہ فرمایا کہ: ''ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی صدق و وفا دیکھئے۔ آپ نے ہر قسم کی بدتحریک کا مقابلہ کیا۔ طرح طرح کے مصائب اٹھائے لیکن پرواہ نہ کی۔ یہی صدق و وفا تھا جس کے باعث اللہ تعالیٰ نے فضل کیا۔ اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رسول پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو تم درود اور سلام بھیجو نبی پر۔'' فرمایا کہ ''اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال ایسے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف یا اوصاف کی تحدید کرنے کے لئے کوئی لفظ خاص نہ فرمایا۔'' (ان کو محدود کرنے کے لئے کوئی خاص لفظ نہیں فرمایا۔) ''لفظ تو مل سکتے تھے لیکن خود استعمال نہ کئے۔ یعنی آپ کے اعمال صالحہ کی تعریف تحدید سے بیرون تھی۔ (کہ اس کی کوئی حد مقرر کی جائے۔ اس سے وہ باہر تھی۔)'' اس قسم کی آیت کسی اور نبی کی شان میں استعمال نہ کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح میں وہ صدق و وفا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال خدا کی نگاہ میں اس قدر پسندیدہ تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے یہ حکم دیا کہ آئندہ لوگ شکر گزاری کے طور پر درود بھیجیں۔'' (تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد سوم صفحہ 730 تحفہ سالانہ یا رپورٹ جلسہ سالانہ 1897ء صفحہ 51-50۔ ملفوظات جلد اوّل صفحہ 24-23۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پھر یہ بیان فرماتے ہوئے کہ درود شریف حصول استقامت اور قبولیت دعا کا ذریعہ ہے، حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے ازدیاد اور تجدید کے لئے (یعنی محبت میں بڑھنے کے لئے اور اس کی تجدید کرنے کے لئے) ہر نماز میں درود شریف کا پڑھنا ضروری ہو گیا۔ تا کہ اس دعا کی قبولیت کے لئے استقامت کا ایک ذریعہ ہاتھ میں آ جائے۔ درود شریف جو حصول استقامت کا ایک زبردست ذریعہ ہے بکثرت پڑھو۔ نہ رسم اور عادت کے طور پر بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حُسن اور احسان کو مدِّنظر رکھ کر اور آپ کے مدارج اور مراتب کی ترقی کے لئے اور آپ کی کامیابیوں کے واسطے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ قبولیت دعا کا شیریں اور لذیذ پھل تم کو ملے گا۔''

(ریویو آف ریلیجنز جنوری 1904ء جلد 3 نمبر 1 صفحہ 15-14)

یہ مدارج وغیرہ کی ترقی کیسے ہوتی ہے؟ یہ بھی بتاؤں گا آگے جا کے۔

پھر آپ فرماتے ہیں:

''یہ زمانہ کیسا مبارک زمانہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان پُر آشوب دنوں میں محض اپنے فضل سے'' (اُن دنوں میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں غلط باتیں کی جاتی تھیں جب آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ) ''ان پُر آشوب دنوں میں محض اپنے فضل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے اظہار کے لئے یہ مبارک ارادہ فرمایا کہ غیب سے اسلام کی نصرت کا انتظام فرمایا اور ایک سلسلے کو قائم کیا۔ ان لوگوں سے پوچھنا چاہتا ہوں جو اپنے دل میں اسلام کے لئے ایک درد رکھتے ہیں اور اس کی عزت اور وقعت ان کے دلوں میں ہے وہ بتائیں کہ کیا کوئی زمانہ اس سے بڑھ کر اسلام پر گزرا ہے جس میں اس قدر سبّ و شتم اور توہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کی گئی ہو اور قرآن شریف کی ہتک ہوئی ہو؟ پھر مجھے مسلمانوں کی حالت پر سخت افسوس اور دلی رنج ہوتا ہے اور بعض وقت میں اس درد سے بیقرار ہو جاتا ہوں کہ ان میں اتنی حِس بھی باقی نہیں رہی کہ اس بے عزتی کو محسوس کر لیں۔ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ بھی عزت اللہ تعالیٰ کو منظور نہ تھی جو اس قدر سبّ و شتم پر بھی وہ کوئی آسمانی سلسلہ قائم نہ کرتا۔'' (اللہ تعالیٰ کو کچھ بھی عزت منظور نہ تھی جو اس قدر سب و شتم پر وہ کوئی آسمانی سلسلہ قائم نہ کرتا۔ یہاں یہ نہیں فرمایا کہ تم اٹھو اور بندوقیں پکڑو اور ڈنڈے لو اور قتل و غارت شروع کر دو بلکہ اس عزت کے قائم کرنے کے لئے آسمانی سلسلے کا قیام ضروری تھا اور فرمایا کہ) ''اور ان مخالفین اسلام کے منہ بند کر کے آپ کی عظمت اور پاکیزگی کو دنیا میں پھیلاتا۔'' (دلیل سے، آپ کی خوبصورت تعلیم سے ان کے منہ بند کرتا نہ کہ گولی چلا کر۔) ''جبکہ خود اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں تو اس توہین کے وقت اس صلوٰۃ کا اظہار کس قدر ضروری ہے اور اس کا ظہور اللہ تعالیٰ نے اس سلسلے کی صورت میں کیا ہے'' (یعنی جماعت احمدیہ کی صورت میں۔) پس ہمارا یہ اور بھی زیادہ فرض بن جاتا ہے کہ پہلے سے بڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجیں۔ پس آپ نے یہ فرمایا کہ: ''مجھے بھیجا گیا ہے تا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کھوئی ہوئی

عظمت کو پھر قائم کروں۔‘‘(اس کے آگے یہ بھی آپ نے فرمایا)’’ اور قرآن شریف کی سچائیوں کو دنیا کو دکھاؤں۔‘‘ (ملفوظات جلد5 صفحہ 14-13۔ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پس درود شریف کو کثرت سے پڑھنا آج ہر احمدی کے لئے ضروری ہے تا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے مقصد کو بھی ہم پورا کرنے والے ہوں۔ خدا تعالیٰ کی آواز پر ہم لبّیک کہنے والے ہوں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت کے دعوے پر پورے اترنے والے ہوں۔ صرف نعروں اور جلوسوں سے یہ محبت کا حق ادا نہیں ہو گا جو غیر از جماعت مسلمان کرتے رہتے ہیں۔ اس محبّت کا حق ادا کرنے کے لئے آج ہر احمدی کروڑوں کروڑ درود اور سلام اپنے دل کے درد کے ساتھ ملا کر عرش پر پہنچائے۔ یہ درود بندوقوں کی گولیوں سے زیادہ دشمن کے خاتمے میں کام آئے گا۔

پھر مزید وضاحت فرماتے ہوئے کہ درود پڑھنے کا طریق کیا ہے آپ اپنے ایک خط میں جو آپ نے اپنے ایک مرید کو لکھا، فرماتے ہیں کہ: ’’یہ لحاظ بدرجہ غایت رکھیں کہ ہر ایک عمل رسم اور عادت کی آلودگی سے بکلّی پاک ہو جائے۔‘‘ (جو عمل بھی ہے صرف رسم نہ ہو اور عادت نہ ہو) اور دلی محبّت کے پاک فوّارے سے جوش مارے۔‘‘ (اس کا رسم اور عادت کا گند جو ہے رسم اور عادت کا اس سے پاک کریں اور دل سے نکلنے والی محبت جو ہے وہ فوارے کی طرح پھوٹ رہی ہو۔ فرمایا)’’ مثلاً درود شریف اس طور پر نہ پڑھیں کہ جیسا عام لوگ طوطے کی طرح پڑھتے ہیں۔ نہ ان کو جناب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ کامل خلوص ہوتا ہے نہ وہ حضور تام سے اپنے رسول مقبول کے لئے برکات الٰہی مانگتے ہیں‘‘ فرمایا کہ:’’ بلکہ درود شریف سے پہلے اپنا یہ مذہب قائم کر لینا چاہئے کہ رابطہ محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس درجے تک پہنچ گیا ہے کہ ہرگز اپنا دل یہ تجویز نہ کر سکے کہ ابتدائے زمانہ سے انتہا تک کوئی ایسا فرد بشر گزرا ہے جو اس مرتبہ محبت سے زیادہ محبت رکھتا تھا یا کوئی ایسا فرد آنے والا ہے جو اس سے ترقی کرے گا۔‘‘ (یہ محبت ایسی ہو کہ بہت سوچنے کے بعد بھی کبھی دل میں یہ خیال پیدا نہ ہو سکے کہ کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ایسا تھا جس سے ایسی محبت پیدا ہو سکے، نہ کبھی آئندہ پیدا ہو سکتا ہے جس سے اس شدت سے محبت کی جا سکے یا کوئی ایسا فرد آنے والا ہے جو اس سے ترقی کرے گا)’’ اور قیام اس مذہب کا اس طرح پر ہو سکتا ہے کہ جو کچھ محبّان صادق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں مصائب اور شدائد اٹھاتے رہے ہیں یا آئندہ اٹھا سکیں گے جن جن مصائب کا نازل ہونا عقل تجویز کر سکتی ہے وہ سب کچھ اٹھانے کے لئے دلی صدق سے حاضر ہو۔‘‘ (یہ صورت کس طرح پیدا ہو گی کہ جو کچھ مصیبتیں پہلے اٹھائی جا سکتی ہیں یا کوئی عقل تجویز کر سکتی ہے کہ یہ مشکلیں پیدا ہو سکتی ہیں دلی سچائی کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں وہ مشکلات اور مصیبتیں اٹھانے کے لئے تیار ہو جائے۔ فرمایا)’’ اور کوئی ایسی مصیبت عقل یا قوت واہمہ پیش نہ کر سکے کہ جس کے اٹھانے سے دل رک جائے۔ اور کوئی ایسا حکم عقل پیش نہ کر سکے کہ جس کی اطاعت سے دل میں کچھ روک یا انقباض پیدا ہو۔ اور کوئی ایسا مخلوق دل میں جگہ نہ رکھتا ہو جو اس جنس کی محبت میں حصہ دار ہو۔ اور جب یہ مذہب قائم ہو گیا۔‘‘ (اس طرح ایمان ترقی کر گیا)’’ تو درود شریف جیسا کہ مَیں نے زبانی بھی سمجھایا ہے‘‘ (آپؑ اس مرید کو لکھ رہے ہیں)’’ اس غرض سے پڑھنا چاہئے کہ تا خداوند کریم اپنی کامل برکات اپنے نبی کریم پر نازل کرے اور اس کو تمام عالم کے لئے سرچشمہ برکتوں کا بناوے اور اس کی بزرگی اور اس کی شان و شوکت اِس عالم اور اُس عالم میں ظاہر کرے۔ یہ دعا حضور تام سے ہونی چاہئے۔‘‘ (بڑے دل کی گہرائی سے ہونی چاہئے، توجہ سے ہونی چاہئے)’’ جیسے کوئی اپنی مصیبت کے وقت حضور تام سے دعا کرتا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ تضرّع اور التجا کی جائے اور کچھ اپنا حصہ نہیں رکھنا چاہئے کہ اس سے مجھ کو یہ ثواب ہو گا یا یہ درجہ ملے گا۔‘‘ (اس سوچ میں نہیں درود بھیجنا، نہ دعا کرنی ہے کہ مجھے کوئی ثواب ہو گا یا درجہ ملے گا)’’ بلکہ خالص یہی مقصود چاہئے کہ برکات کاملہ الٰہیہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوں اور اس کا جلال دنیا اور آخرت میں چمکے اور اسی مطلب پر انعقاد ہمّت چاہئے اور دن رات دوام توجہ چاہئے۔ یہاں تک کہ کوئی مراد اپنی دل میں اس سے زیادہ نہ ہو۔‘‘ (مستقل مزاجی سے کام کریں۔)’’ پس جب اس طور یہ درود شریف پڑھا گیا تو وہ رسم اور عادت سے باہر ہے اور بلاشبہ اس کے عجیب انوار صادر ہوں گے۔ اور حضور تام کی ایک یہ بھی نشانی ہے کہ اکثر اوقات گریہ و بکا ساتھ شامل ہو اور یہاں تک یہ توجہ رگ اور ریشے میں تاثیر کرے کہ خواب اور بیداری یکساں ہو جاوے۔‘‘

(مکتوبات احمد جلد اول صفحہ 523-522 مکتوب بنام میر عباس علی شاہ مکتوب نمبر 10 شائع کردہ نظارت اشاعت ربوہ)

پھر دعاؤں اور درود کے لئے کوشش کے بارے میں اپنے ایک مرید کو ایک خط میں آپ فرماتے ہیں کہ:’’ نماز تہجد اور اوراد معمولی میں آپ مشغول رہیں۔ تہجد میں بہت سے برکات ہیں۔ بیکاری کچھ چیز نہیں۔ بیکار اور آرام پسند کچھ وزن نہیں رکھتا۔‘‘ پھر فرمایا’’ وَقَالَ اللّٰہ تعالیٰ ’وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت: 70)‘‘ (کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ جو میرے رستے میں جہاد کرے گا اس کو ہم اپنے رستوں کی ہدایت دیں گے۔ فرمایا کہ)’’ درود شریف وہی بہتر ہے کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلا ہے اور وہ یہ ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔‘‘ فرمایا:’’ جو الفاظ ایک پرہیز گار کے منہ سے نکلتے ہیں ان میں ضرور کسی قدر برکت ہوتی ہے۔ پس خیال کر لینا چاہئے کہ جو پرہیز گاروں کا سردار اور نبیوں کا سپہ سالار رہے۔ اس کے منہ سے جو لفظ نکلے ہیں‘‘ (یعنی یہ درود شریف کے الفاظ جو ابھی پڑھے گئے ہیں)’’ وہ کس قدر متبرّک ہوں گے۔ غرض سب اقسام درود شریف سے یہی درود شریف زیادہ مبارک ہے۔ یہی اس عاجز کا وِرد ہے۔‘‘ (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہی اس عاجز کا ورد ہے)’’ اور کسی تعداد کی پابندی ضروری نہیں۔ اخلاص اور محبت اور حضور اور تضرع سے پڑھنا چاہئے اور اس وقت تک ضرور پڑھتے رہیں کہ جب تک ایک حالت رقّت اور بے خودی اور تاثر کی پیدا ہو جائے اور سینے میں انشراح اور ذوق پایا جاوے۔‘‘

(مکتوبات احمد جلد اول صفحہ 526 مکتوب بنام میر عباس علی شاہ مکتوب نمبر 13 شائع کردہ نظارت اشاعت ربوہ)

اللہ تعالیٰ یہ روح ہم سب میں پیدا کرے۔ ہمارے دل سے ایسا درود نکلے جو عرش پر پہنچے اور ہمیں بھی اس سے سیراب کرے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم میں سے بہت سے ایسے ہیں جو درود پڑھتے ہیں اور بڑے درد سے پڑھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں اس کے فیض کے نظارے بھی دکھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ اس طرح درود پڑھنے والوں کی جماعت میں تعداد بڑھتی چلی جائے جس کا فائدہ جماعتی طور پر بھی ہو گا، جماعتی ترقی میں بھی ہو گا۔ حضرت مصلح موعودؓ کا ایک درود کا انداز مجھے بہت اچھا لگتا ہے۔ گو ہم میں سے بعض اس کے قریب قریب پڑھتے ہیں لیکن یہ ایسا انداز ہے جو مَیں آپ کے سامنے بھی رکھنا چاہتا ہوں جس سے درود کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذاتی محبّت میں ایک نئے رنگ میں اضافہ ہوتا ہے اور جماعتی ترقی کے لئے بھی دعا کا ادراک پیدا ہوتا ہے۔

آپ نے ایک جگہ فرمایا کہ: ’’جب ہم دوسرے کے لئے دعا کرتے ہیں تو یہ دعا ایک رنگ میں ہمارے لئے بھی بلندیٔ درجات کا موجب بنتی ہے چنانچہ ہم جب درود پڑھتے ہیں تو اس کے نتیجے میں جہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درجات بلند ہوتے ہیں وہاں ہمارے درجات میں بھی اضافہ ہوتا ہے اور اُن کو انعام مل کر پھر اُن کے واسطے سے ہم تک پہنچتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے چھلنی میں کوئی چیز ڈالو تو وہ اس میں سے نکل کر نیچے جو کپڑا پڑا ہوا اس میں بھی آ گرتی ہے۔ اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے اس اُمّت کے لئے بطور چھلنی بنایا ہے۔ پہلے خدا اُن کو اپنی برکات سے حصہ دیتا ہے اور پھر وہ برکات ان کے توسّط اور ان کے طفیل سے ہمیں ملتی ہیں۔ جب ہم درود پڑھتے ہیں اور خدا تعالیٰ اس کے بدلے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مدارج کو بلند فرماتا ہے تو لازماً خدا تعالیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بھی بتاتا ہے کہ یہ تحفہ فلاں مومن کی طرف سے آیا ہے۔‘‘ (یہ درود کا تحفہ جو دل سے پڑھا گیا ہے یہ فلاں مومن کی طرف سے آیا ہے)’’ اس پر ان کے دل میں (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں) ہمارے متعلق دعا کی تحریک پیدا ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کی دعا کی وجہ سے ہمیں اپنی برکات سے حصہ دیتا ہے۔‘‘

فرمایا کہ’’ مَیں اپنے متعلق بتاتا ہوں کہ جب بھی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قبر پر دعا کرنے کے لئے آتا ہوں مَیں نے یہ طریق رکھا ہوا ہے کہ پہلے مَیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دعا کیا کرتا ہوں۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے دعا کرتا ہوں۔ اور دعا یہ کرتا ہوں کہ یا اللہ! میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جو مَیں اپنے ان بزرگوں کی خدمت میں تحفے کے طور پر پیش کر سکوں۔ میرے پاس جو چیزیں ہیں وہ انہیں کوئی فائدہ نہیں دے سکتیں۔ البتہ تیرے پاس سب کچھ ہے اس لئے میں تجھ سے دعا اور التجا کرتا ہوں کہ تُو مجھ پر احسان فرما کر میری طرف سے انہیں جنت میں کوئی ایسا تحفہ عطا فرما جو اس سے پہلے انہیں جنت میں نہ ملا ہو۔ تو وہ ضرور پوچھتے ہیں کہ یا اللہ یہ تحفہ کس کی طرف سے آیا۔‘‘ (جب اللہ تعالیٰ تحفہ دے گا تو وہ ضرور پوچھیں گے کہ یہ تحفہ کس کی طرف سے آیا)’’ اور جب خدا انہیں یہ بتاتا ہے کہ کس کی طرف سے آیا تو اس کے لئے دعا کرتے ہیں اور اس طرح دعا کرنے والے کے مدارج بھی بلند ہوتے ہیں اور یہ بات قرآن اور احادیث سے ثابت ہے۔ اسلام کا مسلّمہ اصل ہے اور کوئی شخص اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ دعائیں مرنے والے کو ضرور فائدہ پہنچاتی ہیں۔ قرآن کریم نے بھی فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْھَآ (النساء: 87) کہہ کر اس طرف توجہ دلائی ہے کہ جب تمہیں کوئی شخص تحفہ پیش کرے تو تم اس سے بہتر تحفہ اسے دو۔ ورنہ کم از کم اتنا تحفہ تو ضرور دو جتنا اس نے دیا۔ قرآن کریم کی اس آیت کے مطابق جب ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے دعا کریں گے اور ان پر درود اور سلام بھیجیں گے تو خدا تعالیٰ ہماری طرف سے اس دعا کے نتیجے میں انہیں کوئی تحفہ پیش کر دے گا۔ ہم نہیں جانتے کہ جنّت میں کیا کیا نعمتیں ہیں مگر اللہ تعالیٰ تو ان نعمتوں کو خوب جانتا ہے اس لئے جب ہم دعا کریں گے کہ الٰہی! تُو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی ایسا تحفہ دے جو اس سے پہلے انہیں نہ ملا ہو تو یہ لازمی بات ہے کہ جب وہ تحفہ انہیں دیا جاتا ہو گا تو ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بھی بتایا جاتا ہو گا کہ یہ فلاں شخص کی طرف سے تحفہ ہے۔ پھر کس طرح ہو سکتا ہے کہ اس علم کے بعد وہ چُپ کر کے بیٹھے رہیں اور تحفہ بھجوانے والے کے لئے دعا نہ کریں۔ ایسے موقع

پر بے اختیار ان کی روح اللہ تعالیٰ کے آستانے پر گر جائے گی اور اور کہے گی کہ اے خدا! اب تو ہماری طرف سے اس کو بہتر جزا عطا فرما۔ اس طرح فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْھَآ۔ کے مطابق وہ دعا پھر درود بھیجنے والے کی طرف لوٹ آئے گی اور اس کے درجہ کی بلندی کا باعث ہوگی۔ پس یہ ذریعہ ہے جس سے بغیر اس کے کہ کوئی مشرکانہ حرکت ہو ہم خود بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور قوم بھی فائدہ اٹھا سکتی ہے۔ گویا قومی اور فردی دونوں فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔'' (مزار حضرت مسیح موعودؑ پر دعا اور اس کی حکمت، انوار العلوم جلد 17 صفحہ 190 تا 192)

اس طرح درود پڑھنے اور جواب دینے سے۔ پس یہ طریق ایسا ہے اور جیسا کہ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں اس سے جماعتی ترقی کے بھی راستے کھلتے ہیں اور جب جماعت ترقی کرے گی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے والوں کی تعداد بڑھے گی تو مخالفین کی تعداد بھی گھٹتی چلی جائے گی۔

اس کے علاوہ ایک اَور بات بھی کہنا چاہتا ہوں۔ بعض لوگ سوال کرتے ہیں کہ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ اور اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ علیحدہ علیحدہ کیوں ہیں؟ تو اس بارے میں لغت میں اس طرح وضاحت ہے کہ لغوی اعتبار سے اَلصَّلٰوۃ کا مطلب اَلتَّعْظِیْم بھی ہے۔ اس بناء پر اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کی دعا کے یہ معنی ہوں گے کہ اے اللہ! تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دنیا میں تو ان کا ذکر بلند کر کے اور ان کے پیغام کو کامیابی اور غلبہ عطا فرما کر اور ان کی شریعت کے لئے بقاء اور دوام مقدر کر کے عظمت عطا فرما جبکہ آخرت میں ان کی امّت کے حق میں شفاعت کو قبول فرما کے اور ان کے اجر و ثواب کو کئی گنا بڑھا کر دینے کے ذریعہ سے انہیں عظمت سے ہمکنار فرما۔

اس کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اقتباسات میں بھی بعض فقروں میں ان کا تفصیلی ذکر اس طرح آ چکا ہے لیکن لغت کے معنی سے نہیں۔

پھر آگے ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف کے متعلق حدیث میں بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کے الفاظ آئے ہیں۔

(صحیح البخاری کتاب تفسیر القرآن باب قوله ان تبدوا شیئًا او تخفوه...... حدیث نمبر 4797)

اس کے معنی یہ ہیں کہ اے اللہ! تو نے جو بھی عزت و عظمت اور عظیم شان اور بزرگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مقدر فرمائی ہوئی ہے اس کو ان کے لئے قائم فرما دے اور اس کو ہمیشگی اور دوام بخش۔ ہمیشہ قائم رہنے والی ہو۔

پس خلاصہ یہ ہے کہ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ میں آپ کی شریعت کے غلبے اور ہمیشہ قائم رہنے اور امت کے حق میں آپ کی شفاعت سے فیض پانے کی دعا ہے اور اَللّٰھُمَّ بَارِکْ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وعظمت اور شان اور بزرگی کے ہمیشہ قائم رہنے کے لئے دعا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حقیقی رنگ میں درود پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس درود کی وجہ سے ہم جہاں خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے والے ہوں وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ہمیشہ ترقی کرتے چلے جانے والے بھی ہوں اور آپ کی شریعت کے پھیلانے کے کام میں اپنی صلاحیتوں کو صَرف کرنے والے ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے مطابق دنیا سے فتنہ و فساد کو ختم کرنے کے لئے اپنا کردار ادا کرنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

اس وقت مَیں دو جنازے غائب بھی پڑھاؤں گا۔ پہلا ہے مکرم مولوی عبدالقادر صاحب دہلوی درویش قادیان کا جو 10 ؍جنوری 2015ء کو 97 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ مرحوم محترم ڈاکٹر عبدالرحیم صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ مدرسہ احمدیہ سے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ قادیان میں حسب ذیل عہدوں پر خدمت کی توفیق پائی۔ شعبہ درویشی میں آپ قادیان کے محلّہ احمدیہ میں جنرل سیکرٹری رہے۔ پھر لمبا عرصہ نائب ناظر دعوت و تبلیغ اور معاون ناظر اعلیٰ رہے۔ اس کے علاوہ ناظم جائیداد، قاضی سلسلہ، آڈیٹر صدر انجمن احمدیہ، سیکرٹری بہشتی مقبرہ، نائب صدر انصار اللہ رہے۔ مولوی صاحب مرحوم کا ایک مضمون جو ''داستان درویش بزبان درویش'' کے نام سے ''رسالہ مشکوٰۃ'' کے شمارہ میں نومبر 2003ء میں شائع ہوا تھا اس میں موصوف نے بیان کیا کہ حضرت میر محمد اسحٰق صاحب جو ہمیں مدرسہ احمدیہ میں اوپر کی کلاس میں حدیث شریف پڑھاتے تھے اور مجھ سے بہت محبت کرتے تھے انہوں نے کہا کہ مصر جا کر تعلیم حاصل کرنے کی درخواست دے دو۔ انتظامیہ کو میں نے درخواست دے دی تو جواب آیا کہ پاسپورٹ بنوانے کے لئے جس کے پاس پیسے نہیں وہ مصر کیا لینے جائے گا۔ یہ بات میں نے حضرت میر صاحب کو بتا دی۔ کہتے ہیں دو دن کے بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت مولوی شیر علی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے ہیں اور کہتے ہیں ''عبدالقادر مصر''۔ یہ خواب بھی میں نے حضرت میر صاحب کو سنا دی۔ اتفاق یہ ہوا کہ دوسری جنگ عظیم کا زمانہ تھا اور جماعت احمدیہ کی طرف سے نوجوان بھرتی کرائے جا رہے تھے۔ مَیں جماعت کی طرف سے چلا گیا اور فوج میں محکمہ سپلائی میں بھرتی ہو گیا۔ فوجیوں کو آرام کی خاطر ہفتہ عشرہ کی چھٹیاں بھی ملتی تھیں۔ اس طرح فوج میں جا کے یہ وہاں مصر بھی پہنچ گئے۔ تو کہتے ہیں بہرحال خاکسار نے چھٹیاں گزارنے کے لئے بجائے ہندوستان آنے کے وہاں سے روم جانا پسند کیا۔ وہاں گرجا گھر کے ساتھ ہی دائیں طرف ایک وسیع ہال بنا ہوا تھا۔ میرے دریافت کرنے پر لوگوں نے بتایا کہ ہفتے میں ایک دفعہ سوموار کے دن یہاں پوپ صاحب خطاب کرتے ہیں اور معتقدین ان کا درشن کرتے ہیں۔ پوپ وہاں روم میں آتے ہیں۔ کہتے ہیں سوموار کا دن تھا مَیں بھی ہال میں چلا گیا۔ وہاں لوگ ہال میں دائرہ بنائے کھڑے تھے۔ جنگ کے زمانے کی وجہ سے پوپ صاحب نے امن عالم کی بابت خطاب دیا اور پھر حاضرین کے قریب سے گزرتے ہوئے واپس تشریف لے جا رہے تھے تو کہتے ہیں کہ مَیں نے اپنے قریب سے گزرتے ہوئے ان کی جانب اپنے دونوں ہاتھ مصافحے کے لئے بڑھا دیئے۔ پوپ صاحب نے بھی اپنے ہاتھ میرے ہاتھوں میں دے دیئے اور رُک گئے۔ مَیں نے ان کا ہاتھ تھام کر اسلام کا پیغام دیا۔ حضرت مسیح کی آمد ثانی کی بابت بتایا کہ وہ ظاہر ہو چکے ہیں اور حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ میں نے انہیں قبول کیا ہے اور آپ کو بھی قبول کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔ تو پوپ کو یہ پیغام انہوں نے پہنچا دیا۔ کہتے ہیں انہوں نے میری باتیں سن کر خوشی کا اظہار کیا۔ بعد میں تمام زائرین امریکن اور یورپین میرے گرد جمع ہو گئے اور میری جرأت کی داد دینے لگے۔ میں نے انہیں بھی تبلیغ کی اور پوپ صاحب سے ملاقات کی تفصیل حضرت خلیفہ ثانی کی خدمت میں تحریر کر دی۔ پوپ کی تبلیغ اسلام کا ذکر تاریخ احمدیت جلد دہم میں حضرت خلیفۃ ثانی کے عہد میں ''پوپ کو تبلیغ اسلام'' کے نام سے مذکور ہے۔ (ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 10 صفحہ 550-549 مع حاشیہ)

آپ نے اس مضمون میں اپنی قبولیت دعا اور الٰہی تصرف کے تین ایمان افروز واقعات بھی بیان کئے ہیں۔ آپ کو 1969ء میں حج کی توفیق بھی ملی۔ مرحوم کے تین بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں۔ سب کو ہی باوجود معاشی تنگی کے اعلیٰ تعلیم دلائی۔ سبھی بیرونی ممالک میں مقیم ہیں۔ بڑے بیٹے اسماعیل نوری صاحب کو جرمنی میں مختلف جماعتی عہدوں پر کام کرنے کی توفیق ملی۔ دورِ درویشی میں یہ پیدا ہوئے۔ پہلے بیٹے تھے۔ یہ لکھا ہے کہ ان کی اہلیہ کئی سال پہلے وفات پا گئی تھیں۔ خود اکیلے رہتے تھے۔ اس لئے بیٹیوں نے ان کو جرمنی آنے کے لئے کہا۔ آپ نے کہا کہ آئندہ ایسی بات مجھ سے نہ کرنا۔ سالہا سال اکیلے ہی قادیان میں زندگی گزاری اور آخری دم تک عہد درویشی کو نبھانے کی سعادت پائی۔ مرحوم موصی تھے۔ قادیان بہشتی مقبرہ میں قطعہ درویشاں میں تدفین عمل میں آئی۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کی اولاد کو بھی ان کے نقش قدم پر چلائے۔

دوسرا جنازہ مکرمہ مبارکہ بیگم صاحبہ اہلیہ بشیر احمد صاحب حافظ آبادی مرحوم کا ہے جو درویش قادیان تھے۔ 3 ؍جنوری 2015ء کو 83 سال کی عمر میں وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ آپ کے والد مکرم شفیع احمد صاحب مرحوم مودھا (یوپی) کے صدر جماعت تھے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد کہ 1947ء کے بعد تقسیم ملک کے حالات کی وجہ سے پاکستان میں شادیاں کروانا مشکل ہو رہا ہے اس لئے درویشان ہندوستان میں شادیاں کروالیں۔ اس کی تعمیل میں مکرم بشیر احمد صاحب حافظ آبادی کو یوپی (UP) سے یہ رشتہ 1951ء میں ملا۔ مرحومہ مبارکہ بیگم صاحبہ صوم وصلوٰۃ کی بہت پابند تھیں، نیک اور مخلص خاتون تھیں۔ جماعتی تحریک پر اپنا زیور چندہ میں ادا کر دیا۔ لمبے صبر آزما درویشی دور میں اپنے خاوند کے ساتھ نہایت صبر اور شکر کے ساتھ گزارا کیا۔ ہر قسم کے حالات میں ان کا ساتھ دیا۔ اب تو اللہ کے فضل سے حالات بڑے بہتر ہیں۔ شروع زمانہ درویشوں کا بہت تنگی کا زمانہ تھا۔ خلافت سے گہری وابستگی تھی اور مرحومہ کے ایک بیٹے مکرم منیر احمد صاحب حافظ آبادی وکیل اعلیٰ تحریک جدید قادیان ہیں اور صدر مینجمنٹ کمیٹی فضل عمر پریس کے ہیں۔ واقف زندگی ہیں۔ دوسرے بیٹے میڈیکل پریکٹس کرتے ہیں۔ تین بیٹیاں پاکستان میں ہیں۔ دو بیٹیاں ان کے پاس وفات کے وقت موجود تھیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ بہشتی مقبرے میں ان کی تدفین ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ ان کی اولاد میں نسل میں بھی احمدیت نہ صرف جاری رہے بلکہ بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے ہوں، ایمان و ایقان میں ترقی کرنے والے ہوں۔

......☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆......

THOMPSON & CO SOLICITORS
New Office in Morden
Consult us for your legal requirements
such as Immigration & Nationality, Conveyancing , Personal Injury, Family & Ancillary Proceedings,Wills & Probate, Criminal Litigation .
Contact: Anas A.Khan, John Thompson , Naeem Khan, David Brocklesby (Member of Family Law Panal) & David Wilson.
Head Office: 1st floor 48 Tooting High Street London SW17 0RG Tel: 020 8767 5005
Branch Office : 14-16 Mitcham Road, SW17 9NA Tel: 020 8682 4040
Morden Branch: 164 Kenley Road - Morden SW19 3DL Tel: 020 8545 0697
Mobile: 07702896350 -- 24hrs Crime Line: 07533667921

بقیہ: جلسہ سالانہ غانا 2015ء

از صفحہ 20

خواتین ایک روز قبل ہی جلسہ گاہ میں پہنچ چکے تھے اور اپنے دن کا آغاز اجتماعی نماز تہجد اور نماز فجر سے کر چکے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے خاص فضل سے جلسہ کے پہلے روز موسم انتہائی خوشگوار رہا۔

جلسہ میں روزانہ بعد از نماز تہجد درس ہوتا رہا۔ پہلے دن بعد از نماز تہجد مکرم اطہر الزماں فاروقی صاحب مبلغ سلسلہ نارتھ ایسٹ ریجن گھانا نے درس دیا جس میں انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کی روشنی میں جلسہ کے اغراض ومقاصد پیش کئے۔ بعد از نماز فجر مکرم مولانا محمد بن صالح صاحب امیر ومشنری انچارج گھانا نے حاضرین سے خطاب فرمایا جس میں انہوں نے احباب کا شکریہ بھی ادا کیا کہ وہ دور دراز علاقوں سے سفر کر کے اس جلسہ میں شمولیت کے لئے تشریف لائے ہیں جس کی بنیاد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود اللہ تعالیٰ کے حکم سے رکھی تھی۔ مکرم امیر صاحب نے جلسہ سالانہ کے انتظامات کے حوالے سے بعض اہم نصائح فرمائیں۔ آپ نے احباب جماعت کو نماز تہجد اور دوسری نمازوں اور اسی طرح جلسہ کے تمام پروگراموں میں وقت پر شامل ہونے کی تلقین فرمائی۔ آپ نے احباب جماعت کو آپس میں تعارف حاصل کرنے اور تعلقات تودّد استوار کرنے کے لئے کہا لیکن ساتھ ہی نصیحت فرمائی کہ مَردوں وعورتوں کا آپس میں میل جول نہ ہو۔ آپ نے سیکیورٹی پر بھی خاص توجہ کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔ آپ نے احباب جماعت کو زیادہ سے زیادہ وقت دعا اور ذکر الٰہی میں گزارنے کی تلقین فرمائی۔

افتتاحی اجلاس

8/جنوری بروز جمعرات صبح دس بجے افتتاحی اجلاس سے جلسہ کا آغاز ہوا۔ پروگرام کے مطابق افتتاحی اجلاس میں صدر مملکت نے شامل ہونا تھا اور جب ان کی طرف سے یہ پیغام ملا کہ وہ کچھ تاخیر سے تشریف لائیں گے تو مکرم امیر صاحب نے فیصلہ فرمایا کہ جماعتی روایات کے مطابق جلسہ سالانہ کا آغاز وقت پر ہونا چاہئے۔ چنانچہ جلسہ کا پہلا باقاعدہ اجلاس صبح دس بجے تلاوت قرآن کریم اور اس کے ترجمہ سے شروع ہوا جس کی سعادت عزیزم مکرم حافظ اسماعیل احمد ایڈوسائی صاحب طالبعلم جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل گھانا نے پائی۔ اردو منظوم کلام حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام "لوگو سنو کہ زندہ خدا وہ خدا نہیں" مکرم ناصر احمد سونکو (Sonko) صاحب طالبعلم جامعۃ المبشرین گھانا نے انتہائی دلکش انداز اور مترنم آواز میں پیش کیا۔ روایتی طور پر مذہبی موضوعات پر مشتمل گھانین نغمے سنٹرل ریجن کے ممبران نے پڑھے اور حاضرین نے بھی ان کے ساتھ ان نظموں کو دہرایا۔

صدر مملکت کی آمد اور پرچم کشائی

جلسہ میں شامل ہونے والے بعض اہم مہمانان کرام نے باری باری اسٹیج پر تشریف لا کر جماعت احمدیہ کو جلسہ سالانہ، سال نو اور نئے امیر جماعت کی تقرری کی مبارکباد دینی شروع کی۔ اسی دوران اطلاع موصول ہوئی کہ جناب صدر مملکت گھانا تشریف لا رہے ہیں جس پر مکرم امیر صاحب گھانا چند ممبران مجلس عاملہ اور بزرگان جماعت کے ہمراہ جلسہ گاہ کے داخلی گیٹ پر تشریف لے گئے جہاں آپ نے صدر مملکت اور ان کے ہمراہ تشریف لانے والے وزراء مملکت کا استقبال کیا۔ جناب صدر مملکت کی تشریف آوری پر ممبران مجلس خدام الاحمدیہ نے انہیں گارڈ آف آنر پیش کیا اور چھوٹے بچوں نے قومی ترانہ پیش کیا۔ گارڈ آف آنر کے بعد لوائے احمدیت کی تقریب منعقد ہوئی۔ مکرم امیر صاحب گھانا نے لوائے احمدیت لہرایا جبکہ جناب صدر مملکت گھانا نے گھانا کا جھنڈا لہرایا۔

مکرم امیر صاحب جناب صدر مملکت گھانا کے ہمراہ جیسے ہی جلسہ گاہ میں داخل ہوئے تمام ماحول انتہائی والہانہ نعرہ ہائے تکبیر، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام احمدیت اور گھانا زندہ باد کے نعروں سے مسلسل گونجتا رہا یہاں تک کہ مکرم امیر صاحب اور صدر مملکت حاضرین جلسہ سالانہ اور مہمانان خاص اور مجلس عاملہ کے لئے بنائی گئی مخصوص مارکیوں کے سامنے سے ہوتے ہوئے اسٹیج پر پہنچ گئے۔ جیسے ہی وہ اسٹیج پر تشریف لائے تمام فضا "لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کے دلنشین اور پرسوز وِرد سے معطر ہوگئی۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کا خصوصی پیغام

مکرم امیر صاحب جماعت احمدیہ گھانا منبر پر تشریف لائے اور سب سے پہلے سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا جماعت گھانا کے نام محبت بھرا اور بابرکت خصوصی پیغام پڑھ کر سنایا۔ انگریزی زبان میں حضور انور کے اس پیغام کا اردو مفہوم درج ذیل ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

پیارے احباب جماعت احمدیہ گھانا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے یہ معلوم کر کے بہت خوشی ہوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ گھانا 8 تا 10 جنوری 2015ء کو اپنے 83ویں جلسہ سالانہ کا انعقاد کر رہی ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے جلسہ کو ہر لحاظ سے کامیاب اور بابرکت فرمائے اور یہ ان تمام خواہشات اور توقعات کو پورا کرنے والا ہو جن کا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جلسہ سالانہ کے اجراء کے موقع پر ذکر فرمایا تھا۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ جماعت احمدیہ گھانا کو گزشتہ سال میں ایک صدمہ برداشت کرنا پڑا جب جماعت کی ایک لمبا عرصہ تک خدمت کرنے والے بہت مخلص اور فدائی ومتقی مبلغ مکرم عبدالوہاب بن آدم صاحب امیر ومشنری انچارج گھانا کی وفات ہوئی۔ آپ نے نہایت اخلاص ووفا کے ساتھ ایک لمبے عرصہ تک جماعت احمدیہ کی انتھک خدمت کی اور آخری سانس تک یہ خدمات بجا لاتے رہے۔ اور ملکی سطح پر بھی اپنی قوم کی خدمات سرانجام دیں۔ آپ بہت محنت اور لگن سے کام کرنے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو اور تمام قربانیوں کی ان کو بہترین جزا عطا فرمائے اور اپنے قرب میں جگہ دے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ جماعتی ترقی کسی ایک شخص سے وابستہ نہیں ہوتی اور خاص طور پر الٰہی جماعتیں جن پر خدا تعالیٰ کا ہاتھ ہوتا ہے وہ تو کسی بھی انسان پر انحصار نہیں کرتیں۔ صرف خدا تعالیٰ کی خاص تائید اور اس کی برکات کے ساتھ چلتی ہیں اور خوب ترقی کرتی ہیں۔ ان برکات سے فیضیاب ہونے کا ایک ہی طریق ہے کہ تمام افراد جماعت ہمہ وقت جماعتی ترقی کے لئے کمربستہ ہوں اور ان کے دل حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ وابستہ ہوں اور وہ اللہ تعالیٰ کی محبت کو ہر دوسری چیز پر غالب رکھیں۔

اس زمانے میں ہم احمدی بہت خوش قسمت ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے زمانے کے امام حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماننے کی توفیق عطا فرمائی۔ گھانا کی جماعت اُن خوش قسمت جماعتوں میں سے ہے جنہوں نے آج سے تقریباً 90 سال قبل حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماننے کی توفیق پائی اور اخلاص، محبت اور وفا میں آگے بڑھتے چلے گئے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے ان باتوں میں مسلسل آگے بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ اور اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ گھانا کی جماعت کے اوّلین بزرگوں نے حضرت اقدس مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور نظامِ خلافت سے نہایت اخلاص، محبت اور وفا کا تعلق رکھا۔ اور یہی تعلق انہوں نے اپنی نسلوں میں جاری رکھنے کی کوشش کی اور اس وقت گھانا میں جو ایک احمدی ماحول ہے، احمدیت میں نئے داخل ہونے والوں نے بھی اس ماحول میں اپنا حصہ ڈالنے کی توفیق پائی ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے پیغام میں یہ بھی فرمایا کہ آپ سب کا خلافت سے تعلق بڑھتا چلا جائے اور آپ لوگ وفا اور اخلاص کے اس مقام تک پہنچیں جہاں حضرت اقدس مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جماعت کے افراد کو دیکھنا چاہتے تھے۔ اور ہمیشہ خلیفۂ وقت کی آنکھیں افرادِ جماعت گھانا کی طرف سے ٹھنڈی رہیں اور خدا تعالیٰ ہمیشہ گھانا جماعت کو وہاب آدم صاحب جیسے مخلص بلکہ ان سے بڑھ کر جماعت اور ملک کی خدمت کرنے والے عطا فرمائے۔ خدا تعالیٰ آپ سب کے ساتھ ہو اور آپ کا یہ جلسہ ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے۔ خدا کرے کہ میرے یہ الفاظ آپ میں ایک نیا جذبہ پیدا کرنے کا موجب ہوں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: مجھے امید ہے کہ جس طرح آپ سب نے وہاب آدم صاحب کے ساتھ نہایت وفا اور اخلاص سے تعاون کیا تھا اور جماعت کی ترقی میں حصہ لیتے رہے، آج نئے امیر کے ساتھ بھی اسی وابستگی اور تعاون کا بھرپور مظاہرہ کریں گے اور اپنے آپ کو خدمت کے لئے پیش کرتے رہیں گے اور کبھی کسی صورت میں بھی آپ کی طرف سے کوئی ایسا اظہار نہیں ہوگا جو کسی لحاظ سے جماعت گھانا کے لئے سُبکی کا باعث ہو بلکہ ہر دن جو جماعت گھانا پر آئے گا وہ پہلے سے بڑھ کر اخلاص و وفا کے نمونے دکھانے والا ہوگا اور جماعت گھانا ترقی کی طرف قدم بڑھاتی چلی جائے گی۔ انشاء اللہ العزیز۔ خدا آپ کے ساتھ ہو۔ آمین۔

مکرم امیر صاحب گھانا کی افتتاحی تقریر

مکرم امیر صاحب نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے بابرکت پیغام کو پیش کرنے کے معاً بعد افتتاحی تقریر کی جس کے آغاز میں آپ نے صدر مملکت کو تمام ممبران مجلس عاملہ اور احباب جماعت کی طرف سے خوش آمدید کہتے ہوئے ان کی تشریف آوری اور ان کی حکومت کی طرف سے مکرم مولانا عبدالوہاب بن آدم صاحب کی تدفین کے موقع پر حکومتی اعزاز کے ساتھ انتظام کروائے جانے پر دلی شکریہ ادا کیا۔ آپ نے کہا کہ 2014ء میں جماعت احمدیہ گھانا نے دو صدمات سہے۔ ایک مکرم امیر عبدالوہاب بن آدم صاحب کی وفات اور دوسرا ان کی وفات کے کچھ ماہ بعد مکرم یوسف ایڈوسئی صاحب کی وفات کا صدمہ۔ لیکن ہم سب اللہ کی رضا پر راضی ہیں اور بجائے غمزدہ اور مایوس ہونے کے ہم نے ان بزرگوں کی قربانیوں کو ضائع نہیں کرنا بلکہ نئے دور میں پورے عزم کے ساتھ ان کے مشن کو آگے لے کر چلنا ہے۔

مکرم امیر صاحب نے کہا کہ امسال ہمارے جلسہ سالانہ کا موضوع ہے نظم وضبط قومی ترقی کے لئے سنگ میل ہے اور بدانتظامی قوم کو اخلاقی، مالی اور سیاسی طور پر انحطاط کا شکار کر دیتی ہے اور قوم لالچ اور خود غرضی کا شکار ہو جاتی ہے۔ آخر ہم کیوں بدانتظامی کا شکار ہو رہے ہیں جبکہ ہماری قوم میں نہایت اعلیٰ استعدادوں اور اعلیٰ اخلاق والے لوگ ہوئے ہیں۔ میرا پورا یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے گھانا کو جن مادّی وروحانی انعامات سے نوازا ہے اگر ان کا صحیح استعمال کیا جائے تو ہم ایک نہایت منظّم قوم بن کر دنیا کے سامنے آسکتے ہیں۔ لیکن اس کے لئے ہمیں اپنی تمام معاشرتی برائیوں اور کمزوریوں پر گہری نظر کر کے انہیں ختم کرنا ہوگا۔

مکرم امیر صاحب نے تفصیل کے ساتھ مختلف مثالوں سے ان برائیوں کا ذکر کیا اور کہا کہ ہر احمدی مسلمان کو اپنی ذات سے، اپنے کردار سے، ان برائیوں کی نفی کرنی ہوگی اور رفاہ عامّہ کے کاموں میں سب کو آگے بڑھ کر حصّہ لینا ہوگا اور معاشرہ میں امن وسلامتی، امانت و دیانت اور محنت و جفاکشی کی مثال بننا ہوگا۔

آپ نے سیاسی رہنماؤں کو اپنی ذمّہ داریوں کو پورا کرنے کی طرف توجہ دلائی اور انہیں خبردار کیا کہ وہ نئی نسل کو اپنی ذاتی وسیاسی اغراض کے لئے گروہوں میں تقسیم نہ کریں اور وقتی فائدے دے کر لالچ وطمع کا شکار نہ کریں کیونکہ اس کے نتیجہ میں بدانتظامی، بداخلاقی، منافقت، بدعنوانی اور

خودغرضی پیدا ہوتی ہے۔آپ نے اپنی تقریر میں تعلیمی اداروں میں سیاسی بنیادوں پر تنظیموں کے قیام کی مذّمت کرتے ہوئے انہیں ختم کئے جانے کی اپیل کی۔

آپ نے قرآن کریم میں بیان شدہ انسانی اخلاق کی اصلاح کے ذرائع کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ جب اقدار کی اصلاح ہوجاتی ہے تو انسان میں شر کا مقابلہ کرنے اور نیکی کرنے کی قوت پیدا ہو جاتی ہے۔جماعت احمدیہ کے ایک جلسہ سالانہ کے موقعہ پر سابق صدر مملکت جناب Evans Atta Mills بستان احمد تشریف لائے تھے تو انہوں نے جماعت کے نظم ونسق کی تعریف کرتے ہوئے کہا تھا کہ یہاں کی تو گھاس میں بھی نظم ونسق نظر آتا ہے۔

آپ نے احباب جماعت کو کہا کہ یہ مت خیال کریں کہ ہماری تعداد دوسروں کے مقابلہ میں بہت کم ہے۔اگر آپ جنہوں نے وقت کے امام کو پہچانا اور مانا ہے اسلام کی اعلیٰ اقدار پر کاربند ہوجائیں گے تو معاشرہ میں آپ غالب آجائیں گے اور گھانا کا مستقبل انہیں اقدار کے قیام سے وابستہ ہے بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ گھانا کا مستقبل افراد جماعت احمدیہ کے ہاتھ میں ہے۔ہم نے ہر بدی کی اپنے قول وعمل سے نفی کرنی ہے اور ہر ایک نیکی کے قیام کے لئے انتہائی کوشش کرنی ہے۔

مکرم امیر صاحب نے اپنی تقریر کے آخر پر سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب 'کشتی نوح' سے ایک اقتباس پیش کیا جس میں آپ نے اپنی روحانی جماعت کے خصائل بیان فرماتے ہوئے ان کو بدیوں سے اعراض اور نیکیوں کے قیام کی تلقین فرمائی ہے۔آخر میں آپ نے ایک مرتبہ پھر صدر مملکت گھانا اور تمام معزز مہمانوں کی آمد کا شکریہ ادا کیا۔

معزز مہمانوں کے تأثرات

مکرم مولانا نور محمد بن صالح صاحب امیر ومشنری انچارج گھانا کی افتتاحی تقریر کے بعد بعض دوسرے معزز مہمانان کرام نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

❁...... **سیاسی پارٹی NDC کے جنرل سیکرٹری صاحب** نے کہا کہ جماعت احمدیہ اپنے نظم وضبط کی وجہ سے پہچانی جاتی ہے۔

❁...... **گھانا کے چیف امام کے نمائندہ** نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ گھانا میں ہم سب مسلمان بھائیوں کی طرح اور متحد ہیں، قانون کی پاسداری کرنے والے اور ملک وقوم کی خدمت کرنے والے ہیں۔ جماعت احمدیہ گھانا نے نہ صرف ملک وقوم کی بہبود کے لئے کام کیا ہے بلکہ مسلمانوں کی تعلیم کے لئے بھی خاص کوشش کی ہے جس کے لئے وہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔

❁......**حزب اختلاف کے رکن اسمبلی** نے بھی جماعت احمدیہ گھانا کو جلسہ سالانہ کے بابرکت انعقاد اور نئی قیادت کی مبارکباد دی اور امید ظاہر کی کہ جماعت اسی طرح ترقی کرتی چلی جائے گی۔

صدر مملکت گھانا کا خطاب

افتتاحی اجلاس کے آخر پر صدر مملکت جناب جون درامانی مہاما (John Dramani Mahama) نے حاضرین جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ امیر جماعت احمدیہ نے جو تقریر کی ہے اس میں پوری قوم کے لئے بہت اہم پیغامات ہیں اور مَیں میڈیا سے کہوں گا اس کو اچھی طرح کوریج دیں تا کہ یہ اہم پیغامات تمام گھانین تک پہنچ سکیں۔ انہوں نے کہا کہ تین سال قبل جب وہ نائب صدر مملکت تھے اُس وقت اس جلسہ میں آئے تھے اور جس طرح ان کا والہانہ استقبال ہوا تھا وہ کبھی نہیں بھولے تھے اور آج دوبارہ اس استقبال کی یاد تازہ ہوگئی ہے۔

جناب صدر مملکت نے مکرم امیر عبدالوہاب بن آدم صاحب مرحوم کی وفات پر تعزیت اور آپ کا ذکر خیر کرتے ہوئے ان کی قومی خدمات کو سراہا اور جماعت احمدیہ کو نئی قیادت ملنے پر مبارکباد دی۔

جناب صدر مملکت گھانا نے کہا کہ گزشتہ سال انہیں عالمی مذاہب کانفرنس لندن میں شرکت کی دعوت ملی تھی جس میں وہ شامل نہ ہوسکے لیکن انہیں ان کوششوں کا بخوبی علم ہے جو جماعت احمدیہ اپنے امام حضرت مرزا مسرور احمد (ایدہ اللہ تعالیٰ) کی قیادت میں امن کے قیام کے لئے کررہی ہے۔انہوں نے کہا کہ انہیں بہت تکلیف ہوتی ہے جب چند گروہوں کے ذاتی مفادات کی خاطر کئے جانے والے ظلم وبربریت کو اسلام جیسے امن پسند مذہب کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔

جناب صدر مملکت گھانا نے جماعت احمدیہ کی صحت اور تعلیم کے میدان میں کی جانے والی بےلوث خدمات کو بھی سراہتے ہوئے تمام افراد جماعت سے نظم وضبط سے ملک کی تعمیر وترقی میں بھرپور حصّہ لینے اور قیام امن وسلامتی کے لئے کوششیں جاری رکھنے اور دعا کرنے کی درخواست کی۔صدر مملکت گھانا نے مہمانان جلسہ سالانہ کے لئے دس ہزار گھانین سیڈی (قریباً US $3,300) کا تحفہ بھی دیا۔

افتتاحی اجلاس کے آخر پر مکرم امیر صاحب گھانا نے دعا کروائی۔مکرم امیر صاحب، جناب صدر مملکت اور تمام معزز مہمانان کرام کے ہمراہ حاضرین جلسہ کی طرف دوبارہ تشریف لے گئے اور جب تک وہ حاضرین کی قطاروں کے سامنے چلتے رہے تمام فضا ایک بار پھر نعروں اور کلمہ طیّبہ کے مبارک ورد سے گونجتی رہی یہاں تک کہ وہ جلسہ گاہ سے باہر ظہرانہ کے لئے تشریف لے گئے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مکرم مولانا نور محمد بن صالح صاحب امیر جماعت احمدیہ گھانا کی قیادت میں ہونے والے اس پہلے جلسہ کا افتتاحی اجلاس انتہائی کامیاب و یادگار بن گیا کیونکہ اس میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کا انتہائی اہم اور بابرکت پیغام پڑھ کر سنایا گیا اور صدر مملکت گھانا کی شمولیت کے علاوہ ایک بڑی تعداد معزز مہمانان کرام کی تھی جس میں دو وزراء مملکت، دو سفارتکار، 16 ڈسٹرکٹ چیف ایگزیکٹوز، چیف امام گھانا کے نمائندگان، سنٹرل اور نارتھ ایسٹ ریجن کے 15 سے زائد ٹریڈیشنل چیفس اور رہنما، مختلف مذہبی ورفاہی تنظیموں کے نمائندگان، دس سے زائد ریڈیو، ٹی وی اور اخبارات کے نمائندگان شامل ہوئے۔

دوسرا اجلاس۔ بروز جمعرات 8 جنوری

دوپہر کے اجلاس میں مکرم یوسف فزکر صاحب طالبعلم جامعۃ المبشرین گھانا نے تلاوت قرآن کریم اور انگریزی ترجمہ پیش کیا۔مکرم بشیر الدین محمود صاحب اور طلباء جامعۃ المبشرین گھانا نے صاحبزادی امتہ القدوس صاحبہ کا اردو منظوم کلام ''آگے بڑھتے رہو دمبدم دوستو'' ترنّم سے پڑھا۔جس کے بعد Upper East کے بعض احباب جماعت نے لوکل زبان میں نظمیں پڑھیں۔

مکرم عبدالنور وہاب صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ گھانا نے ''احمدیت میں نور خلافت'' کے موضوع پر نہایت پُر اثر تقریر کی جس میں آپ نے آیت استخلاف اور سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات سے مقام خلافت اور نبوت کے بعد اس کی ضرورت کے بارے میں بیان کرتے ہوئے کہا کہ خلافت ہی ہماری روحانی اور جماعت کی ترقی کا راز ہے اور ہم جس قدر اس سے وابستہ ہوتے چلے جائیں گے، ہم اور ہماری آئندہ نسلیں محفوظ ہوتی چلی جائیں گی۔امت محمدیہ کے اتحاد اور اسلام کی ترقی کے لئے خلافت کا قیام ناگزیر تھا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدوں کے مطابق اس کا قیام بھی کیا لیکن بدقسمتی سے اکثریت اس کی چھاؤں سے آج محروم ہے جس کے سبب امت محمدیہ مسلسل زوال پذیر ہے۔خلافت دنیا میں قیام امن کی ضامن ہے۔ آج ہمارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ تمام دنیا کو امن کا پیغام دے رہے ہیں۔خلافت کی برکت سے انفرادی اور اجتماعی جماعتی زندگی میں ہمیں ہر روز آسمانی تائید ونصرت کے نظارے نظر آتے ہیں جس سے ہمارا ایمان مستحکم ہوتا چلا جاتا ہے۔ جماعت احمدیہ خلافت کی برکت سے انتہائی مصائب اور تکلیف دِہ حالات میں سے امن وسلامتی سے گزرتی رہی۔ اللہ تعالیٰ نے جس کو خلافت کی خلعت عطا کی ہے اسے اپنی مدد کا وعدہ ''اِنِّی مَعَکَ یَا مَسْرُوْر'' سے دیا ہے۔ہم وہ خوش نصیب ہیں جنہیں امام وقت کو قبول کرنے کے نتیجہ میں یہ نعمت نصیب ہوئی ہے اور اب اس کے دائمی قیام کا وعدہ ہے۔لیکن اس کے ساتھ وابستگی کے لئے ہمیں تقوی کی راہوں پر چلنا ہوگا تاکہ ہم اس کے امین بنیں رہیں۔ان کے خطاب کے بعد صدر مجلس نے اختتامی تأثرات بیان کئے اور دعا کے ساتھ یہ اجلاس اختتام کو پہنچا۔

رات کے اجلاس میں **مکرم استاذ مبارک احمد صاحب قائمقام ریجنل مشنری نارتھ ویسٹ گھانا نے ''احمدی مسلمان کی ذمّہ داریاں بابت مالی قربانی'' کے موضوع پر درس دیا** جس میں انہوں نے آیات قرآنی اور تحریرات سیّدنا حضرت مسیح موعودؑ وخلفاء احمدیت سے جماعت کی ترقی کے لئے مالی قربانی کی اہمیت بیان کی۔

9 جنوری 2015ء بروز جمعۃ المبارک

9 جنوری بروز جمعہ جلسہ کا دوسرا دن تھا۔آج جمعہ کے روز باہمی اخوت اور اظہار یکجہتی کے طور پر بیشتر احباب و خواتین نے سفید رنگ کے لباس پہنے ہوئے تھے جو ایک خوبصورت روحانی منظر پیش کررہے تھے۔ دن کا آغاز حسب روایت نماز تہجد اور نماز فجر سے کیا گیا۔ بعد از نماز تہجد خاکسار **نعیم احمد محمود چیمہ مبلغ سلسلہ گھانا** نے درس میں قرآن کریم واحادیث اور خلفاء سلسلہ کے فرمودات کی روشنی میں **''نظام زکوٰۃ اور اس کی اہمیت''** پر روشنی ڈالی۔

تیسرا اجلاس

جلسہ سالانہ کے دوسرے دن کے تیسرے اجلاس کے آغاز میں تلاوت قرآن کریم اور اس کا انگریزی ترجمہ مکرم عبدالرحمٰن عبدالرزاق صاحب اشانٹی ریجن گھانا نے پیش کیا۔عربی قصیدہ ''یا عین فیض الله و العرفان'' مکرم عبدالسلام باری صاحب وطلباء جامعۃ المبشرین گھانا نے پڑھا۔جس کے بعد ایسٹرن ریجن کے ممبران نے مقامی زبان میں نظمیں پڑھیں۔

پھر مکرم مولانا حمیداللہ ظفر صاحب پرنسپل جامعۃ المبشرین گھانا نے ''اسلامی تعلیم کی رُو سے نظم وضبط کی اہمیت'' پر قرآن کریم واحادیث اور خلفاء سلسلہ کے فرمودات اور تاریخ اسلام کے واقعات کی روشنی میں مدلّل تقریر فرمائی۔مکرم حمیداللہ ظفر صاحب نے انسانی جسم اور کائنات کے ہر ذرّہ میں موجود نظم وضبط کا ذکر آیات قرآنیہ کے حوالہ سے کرتے ہوئے انسانی زندگی میں اس کی اہمیت واضح کی۔آپ نے کہا کہ انفرادی و اجتماعی زندگی میں اصلاح کے لئے اوّل اپنی کمزوریوں سے آگاہی ضروری ہے اور اس بارہ میں ایک بہترین مطمح نظر اور اسوۂ حسنہ کی ضرورت ہے جو صرف اسلام بصورت تعلیم قرآن اور اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پیش کرتا ہے۔انسانی معاشرہ میں نظم وضبط کے قیام کے لئے کامل اطاعت اور عدل وانصاف کا قیام بہت ضروری ہے۔ عدل وانصاف کا فقدان معاشرہ میں بدامنی پھیلاتا ہے۔نظم وضبط کے انحطاط کے سبب معاشرہ میں لالچ وحرص اور خودغرضی میں اضافہ ہوتا ہے۔

ان کی تقریر کے بعد برونگ آہافو (Brong Ahafo) ریجن کے ممبران نے مقامی زبان میں نظمیں پڑھیں اور اس اجلاس کے آخر پر صدر مجلس نے اختتامی تأثرات بیان کئے اور دعا کے ساتھ یہ اجلاس اختتام کو پہنچا۔

جمعۃ المبارک کی ادائیگی اور خطبہ جمعہ

تیسرے اجلاس کے اختتام کے معاً بعد جلسہ گاہ میں جمعہ کی ادائیگی اور حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کا خطبہ جمعہ ایم ٹی اے کے توسّط سے دیکھنے اور سننے کے لئے تیاری شروع کردی گئی۔

مقامی طور پر ساڑھے بارہ بجے مکرم امیر صاحب نے خطبہ جمعہ دیا جس میں احباب جماعت کو قرآن کریم کی آیت کریمہ ''ہر ایک کے لئے ایک مطمح نظر ہے جس کی طرف وہ منہ پھیرتا ہے...... الخ (سورۃ البقرۃ آیت 149) کی روشنی میں نصائح فرمائیں کہ ہم نے امام وقت کو پہچانا ہے اس لئے ہماری زندگیاں اسلامی تعلیم کی روشنی میں گزرنی ضروری ہیں۔ اگر ہمارے اور دوسروں کے رہن سہن میں کوئی نمایاں فرق نہیں بلکہ ہم نے ان کے اطوار زندگی کو اپنا لیا ہے تو اس کا مطلب ہے ہم اب ان میں سے ہوگئے ہیں کیونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے وہ اسی میں سے ہے۔ ہر احمدی مرد وعورت کو ہر وقت اپنا جائزہ لینا ہوگا کہ اس کی زندگی اسلام احمدیت سے موافقت رکھتی ہے یا دنیا سے۔آپ نے کہا کہ اس کے لئے جہاں مجاہدہ کی ضرورت ہے وہاں دعاؤں سے مدد لینے کی بھی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیک مطمح نظر پر استقامت عطا فرمائے۔آمین ثُمّ آمین!

نماز جمعہ کی ادائیگی کے معاً بعد تمام حاضرین جلسہ نے ایم ٹی اے کے ذریعہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کا خطبہ جمعہ

براہ راست دیکھا اور سنا۔ حضورانور نے اس خطبہ جمعہ میں مالی قربانی کی اہمیت اوراس کی برکات کا ذکرفرماتے ہوئے وقف جدید کے سال نَو کا اعلان فرمایا اور یہ امر حاضرین جلسہ گھانا کے لئے نہایت خوشی کا باعث تھا کہ اللہ کے فضل سے افریقن جماعتوں میں وصولی کے لحاظ سے جماعت احمدیہ گھانا نمبرایک پر رہی۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ۔

رات کے اجلاس میں **مکرم مولانا محمد یاسین ربّانی صاحب ریجنل مبلغ ایسٹرن ریجن گھانا نے ''اسلام میں شادی کی اہمیت''** کے موضوع پر درس دیا جس میں انہوں آیات قرآنی، احادیث مبارکہ اورتحریرات سیّدنا حضرت مسیح موعودعلیہ السلام وخلفاء احمدیت سے شادی کے نتیجہ میں حاصل ہونے والی برکات کا ذکرکرتے ہوئے نوجوانوں کو اس اہم ذریعۂ پاکیزگی کووقت پراپنانے کی نصیحت کی۔

10 جنوری 2015ء بروز ہفتہ

دن کا آغاز حسب روایت نمازتہجد اور نماز فجر سے کیا گیا۔ بعد از نماز تہجد **مکرم فہیم احمد خادم صاحب ریجنل مبلغ سنٹرل ریجن گھانا** نے قرآن کریم واحادیث اور خلفاء سلسلہ کے اقتباسات کی روشنی میں **''نماز باجماعت کی اہمیت''** پر روشنی ڈالی۔

چوتھا اجلاس

جلسہ سالانہ کے تیسرے دن کے چوتھے اجلاس کے آغاز میں تلاوت قرآن کریم اوراس کا انگریزی ترجمہ مکرم حافظ عثمان (Koranteng Yeboah) صاحب طالبعلم تعلیم الاسلام احمدیہ ہائی سکول کماسی گھانا نے پیش کیا۔ جس کے بعد وولٹا (Volta) ریجن کے ممبران نے مقامی زبان میں نغمات پیش کئے۔ ان نغمات کے بعد مکرم رمضان جمعہ صاحب طالبعلم جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل گھانا نے سیّدنا حضرت مسیح موعودؑ کا پاکیزہ کلام'' جو خاک میں ملے اسے ملتا ہے آشنا'' مترنّم آواز میں پڑھا۔ جس کے بعد **مکرم مولانا فرید احمد نوید صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل گھانا نے ''بعثت مسیح موعودؑ و امام مہدی قرآن واحادیث کی روشنی میں'' کے موضوع پرنہایت مدلّل تقریر فرمائی۔** ان کی تقریر کے بعد نارتھ ایسٹ ریجن کے ممبران نے مقامی زبان میں نغمات پیش کئے۔ ان نغمات کے بعد **مکرم ناصر بونسو (Bonsu) ریجنل قائد مجلس خدام الاحمدیہ گریٹر اکرا نے ''قرآن کریم کی روشنی میں تبلیغ کے مؤثر ذرائع'' کے موضوع پر تقریر کی** جس میں انہوں نے آیات قرآنیہ اور اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں تبلیغ کے مؤثر ذرائع بیان کئے۔ ان کی تقریر کے بعد نارتھ ویسٹ کے ممبران جماعت نے لوکل زبانوں میں نغمات پیش کئے۔ اس اجلاس کے اخیر پر صدر مجلس نے اختتامی تاثرات بیان کئے اوردعا کے ساتھ یہ اجلاس اختتام کو پہنچا۔

اختتامی اجلاس

جلسہ کی اختتامی تقریب شام چار بجے شروع ہوئی۔ اختتامی اجلاس میں تلاوت اور اس کا انگریزی ترجمہ مکرم موسیٰ عیسیٰ صاحب طالبعلم جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل گھانا نے پیش کیا۔ جس کے بعد حافظ عبد الناصر صاحب استاذ جامعۃ المبشرین گھانا نے سیّدنا حضرت مسیح موعودؑ کا پاکیزہ اردوکلام'' آرہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج'' مترنّم آواز میں پیش کیا۔ جس کے بعد **مکرم جمیل ابراہیم بادو (Badu) صاحب آف کماسی، اشانٹی ریجن نے ''سیرت حضرت مسیح موعودؑ ۔اہل خانہ سے حسن سلوک'' کے موضوع پرنہایت ہی پُر اثر تقریر کی۔** آپ نے سیّدنا حضرت مسیح موعودؑ کی عائلی زندگی میں سے آپ کا اپنے اہل خانہ سے حسن سلوک محبت، رحمت و شفقت، درگزر اور حوصلہ افزائی کے واقعات بیان کئے۔

ان کی تقریر کے بعد حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا عربی قصیدہ تین سیرین احمدی احباب نے نہایت پُرسوز انداز میں پیش کیا۔ عربی قصیدہ کے بعد **مکرم جنرل سیکرٹری صاحب جماعت احمدیہ گھانا نے جماعت احمدیہ گھانا کی سالانہ رپورٹ اختصار کے ساتھ پیش کی۔** انہوں نے کہا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمیں گزشتہ سال بہت بڑا صدمہ پہنچا لیکن اللہ کے فضل سے ہمیں نئی امارت اور اس کے بعد مسلسل کامیابیوں کی خوشیاں بھی عطا ہوئیں۔ اس لئے ہمیں اللہ تعالیٰ کے حضور سجدات شکر بجالاتے رہنا ہوگا تاکہ اس کے فضل ہمیشہ ہمارے شامل حال رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نئے دَور کے تقاضوں کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

مکرم جنرل سیکرٹری صاحب کی رپورٹ کے بعد قریبی ممالک یعنی نائیجریا، بنین، مالی اور بورکینا فاسو سے جلسہ گھانا میں شامل ہونے والوں نے اپنے تاثرات کا اظہار کیا۔

مختلف ممالک کے وفود کے نمائندگان کے تأثرات

❁......**بنین کے نمائندہ** نے کہا کہ گھانا کی جماعت ہم افریقن احمدیوں کے لئے ایک مثالی جماعت ہے۔ یہ آٹھواں جلسہ گھانا ہے جس میں مجھے شامل ہونے کی توفیق مل رہی ہے اورانشاءاللہ آئندہ بھی آتا رہوں گا۔

❁......**مالی کے نمائندہ** نے کہا کہ افریقہ میں گھانا جماعت ہمارے لئے ایک اعزاز ہے۔ ہم ترقی کے لئے انہیں دیکھتے ہیں۔ گھانا جماعت ہمارے لئے ایک ماڈل جماعت ہے۔ یہاں آنا ہمارے لئے ایک ریفریشر کورس کی طرح ہوتا ہے۔

❁......**بورکینا فاسو کے نمائندہ** نے کہا کہ گھانا کی جماعت ایک منظّم جماعت ہے اور یہ جلسہ ایک کامیاب جلسہ ہے اوراس جلسہ میں شامل ہوکرانہیں بے حدخوشی ہے۔

ان نمائندگان کے اظہار خیال کے بعد نارتھ ایسٹ ریجن سے آنے والے چیفس کا تعارف کروایا گیا۔ ان کے بعد دوران سال نئے آنے والے مبلغین کرام کا بھی تعارف کروایا گیا اوراسی طرح نئے صدر خدام الاحمدیہ گھانا کا بھی تعارف کروایا گیا۔

مکرم امیر صاحب نے سیکرٹری وصیّت گھانا کو بعض اہم امور بابت ادائیگی حصّہ جائیداد بیان کرنے کے لئے بلایا اوران کے بعد مکرم امیر صاحب نے جامعۃ المبشرین کے پانچ طلباء میں میراتھن ریس میں نمایاں کامیابی حاصل کرنے پر انعامات تقسیم کئے۔ اسی طرح نارتھ ایسٹ سے آنے والے چیف کو نئے سال کا کیلنڈر بطور تحفہ پیش کیا۔

اختتامی خطاب سے قبل مکرم حافظ ابراہیم صاحب کی قیادت میں طلباء جامعۃ المبشرین نے سیّدنا حضرت مسیح موعودؑ کا الہام ''مَیں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا'' کو اردو، انگریزی، عربی اور پانچ لوکل زبانوں میں مترنّم انداز سے پیش کیا جس سے پوری فضا پرایک جوش و ولولہ کی کیفیت پیدا ہوگئی اور جب اس ترانہ کے بعد مکرم مولانا نور محمد بن صالح صاحب امیر ومشنری انچارج جماعت احمدیہ گھانا اختتامی تقریر کے لئے اسٹیج پر تشریف لائے تو پوری جلسہ گاہ نعروں سے گونج اٹھی۔

اختتامی تقریر

مکرم امیر صاحب نے اپنی اختتامی تقریر کے آغاز میں سورۃ بقرہ کی آخری آیت لَایُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا...... الخ تلاوت کی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کے حضور ہم سجدہ ریز ہیں کہ باوجود اقتصادی کمزورحالات کے مسیح پاک کی جماعت کے ہزاروں پروانے بہت قربانی کرکے اس جلسہ میں شامل ہوئے ہیں۔ سیّدنا حضرت مسیح موعودؑ نے شاملین جلسہ کے لئے جو دعائیں کیں ہیں اللہ وہ سب ان کے حق میں قبول فرمائے۔

آپ نے کہا کہ ایک دعا خاص طور پر ہمارے پیش نظر رہنی چاہئے اور وہ ہے: اَللّٰھُمَّ انْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِیْنَ مُحَمَّدٍ ﷺ وَاجْعَلْنَا مِنْھُمْ۔ اَللّٰھُمَّ اخْزُلْ مَنْ خَزَلَ دِیْنَ مُحَمَّدٍ ﷺ وَلَاتَجْعَلْنَا مِنْھُمْ۔

آپ نے کہا کہ آج کی میری اس جلسہ کی اختتامی تقریر کا موضوع آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث مبارکہ ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ'' بدأ الاسلام غریباً وَسَیَعُوْدُ کَمَا بدأ غریباًفَطُوبیٰ لِلْغُرَبَآءِ''اسلام کی ابتدا غربت کی حالت میں تھی اور پھر اسلام ترقی کرے گالیکن پھر اس پرغربت کا زمانہ آئے گا اس وقت ایک جماعت ہوگی جو اسلام کواس کی حالت زار سے نکالے گی اور وہ غریب لوگ ہوں گے اور انہیں خوشخبری دیتے ہوئے فرمایا کہ انہیں مبارک ہو کہ باوجود اس کے کہ وہ غریب ہوں گے لیکن اسلام کے دفاع کے لئے اپنے جان و مال سے قربانیاں کرنے والے ہوں گے۔ مکرم امیر صاحب نے کہا کہ میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ آج حضرت مسیح موعودؑ کے ماننے والے ہی وہ جماعت ہیں جس کے بارے میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں خوشخبری دی ہے۔ آپ ہی وہ لوگ ہیں جو اس خوشخبری کے مصداق ہیں۔ آج اسلام کی وہی حالت زار ہے جو اس حدیث میں بیان ہوئی ہے۔ آج پوری دنیا میں مسلمان اپنے نیک کاموں کی وجہ سے نہیں بلکہ برے کاموں کی وجہ سے پہچانے جاتے ہیں۔ اس کسمپرسی کی حالت میں اگرکوئی جماعت ہے جس سے اسلام کی نشأۃ ثانیہ کی امید وابستہ ہے تو وہ مسیح پاک کی جماعت ہے اور وہ آپ لوگ ہیں۔ پس اپنے مقام کو اور اپنی ذمّہ داریوں کو پہچاننے کی طرف توجہ دیں۔

مکرم امیر صاحب نے CNN کے مشہور زمانہ اینکر Lary King کی جانب سے مسلمانوں کی حالت زار اور جماعت احمدیہ کے ایک طاقت بن کر ابھرنے کے بارے میں ذکر کیا اور کہا کہ اس کے خیال میں اس کی ایک ہی وجہ ہے اور وہ یہ کہ ان کا ایک امام ہے، ایک لیڈر ہے اور وہ ان کا خلیفہ ہے جس کی وہ غیر مشروط اطاعت کرتے ہیں۔ وہ جو بھی انہیں حکم دیتا ہے وہ اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ وہ اگر انہیں یورپ کے کسی شہر میں مسجد بنانے کے لئے کہتا ہے تو وہ مسجد بنا کر چھوڑتے ہیں۔ ان کے خلیفہ نے خواہش کی کہ ان کا سیٹلائٹ ٹی وی ہو اور انہوں نے ایم ٹی اے جاری کردیا۔ غرض کہ یہ وہ واحد جماعت ہے جو کسی لالچ میں نہیں آتی اور اپنے دین و ایمان کے لئے جان و مال کی قربانی سے دریغ نہیں کرتی۔

مکرم امیر صاحب نے کہا کہ آج ہمارے مخالف بھی ہمارے کاموں کو دیکھ کر حیران ہوتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہمارے پاس بہت پیسہ اور طاقت ہے۔ لیکن وہ نہیں جانتے کہ ہماری اصل طاقت اخلاص و اطاعت میں ہے۔ آپ اس جلسہ گاہ کو ہی دیکھ لیں اگر آپ چندروز قبل یہاں آتے تو آپ کہتے کہ ناممکن ہے کہ اس جگہ پر کسی قسم کی کوئی تقریب منعقد ہوسکتی ہے لیکن جماعت کے خدّام نے دن رات محنت کرکے اس جگہ کو ہزاروں لوگوں کی آماجگاہ بنادیا۔

مکرم امیر صاحب نے کہا ہمارے بارے میں غیرلوگ بہت اچھی سوچ رکھتے ہیں لیکن ہمیں بھی مسلسل اپنا محاسبہ کرنا ہوگا تاکہ ہم اسلام کی تعلیم سے دُور نہ جاپڑیں۔ اگرکسی میں کوئی اخلاقی کمزوری ہے تو وہ اسے دُور کرے تاکہ وہ جماعت کا مفید وجود بن سکے۔ اپنی مالی قربانی کے معیار کو بلند کریں۔ اپنی سستیاں دور کریں اور تعلیم وتربیت اور تبلیغ کے کاموں کے لئے وقت نکالیں۔ اللہ تعالیٰ تمام کارکنان کو جنہوں نے اس جلسہ کی تیاری کے لئے دن رات محنت کی ہے اجرعظیم عطا فرمائے اور آپ سب کو خیر و عافیت سے اپنے گھروں کو واپس لے جائے۔ اپنی دعاؤں میں تمام عالم اسلام کو یاد رکھیں، پاکستان کے مظلوم احمدیوں کو بھی دعاؤں میں یاد رکھیں، اپنے امام ایدہ اللہ تعالیٰ کو ہمیشہ اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں بابرکت عمر عطا فرمائے اور آپ کے دور خلافت میں اسلام احمدیت کو عظیم الشان ترقیات عطا فرمائے اور ہمیں اس میں شامل ہونے کی سعادت عطا فرمائے۔ دعائیہ اور الوداعیہ کلمات کے بعد مکرم امیر صاحب نے اجتماعی دعا کروائی جس کے بعد تمام جلسہ گاہ فلک شگاف نعروں اور کلمہ طیّبہ کے بابرکت ورد سے گونج اٹھی۔

....

❁......جلسہ سے ایک روز قبل مکرم امیر صاحب نے تمام شعبہ جات کا معائنہ فرمایا اور حسب ضرورت ناظمین کو ہدایات دیں۔ اسی طرح جلسہ گراؤنڈ میں اجتماعی وانفرادی رہائشوں کا بھی جائزہ لیا۔

❁......جلسہ کے دوسرے روز بعد از نماز مغرب مکرم امیر صاحب نے نارتھ ایسٹ سے آئے ہوئے ٹریڈیشنل چیفس کے وفد سے ملاقات کی اوران کے اعزاز میں عشائیہ دیا۔

❁......ایّام جلسہ میں مکرم منیر عیسیٰ صاحب آف WA اور مکرم سعید Akomanyi کا حاضر نماز جنازہ ادا کیا گیا۔ مکرم سعید Akomanyi کا تعلق سنٹرل ریجن سے تھا اورآپ بہت ہی قابل داعی الی اللہ تھے، ہرسال جلسہ میں شریک ہوتے اور امسال بیماری کے سبب حاضر نہ ہوئے لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کی وفات کے بعد بھی اس جلسہ میں شمولیت کی توفیق دے دی۔ مکرم محمد Kwarteng صاحب آف برمنگھم کی نماز جنازہ غائب ادا کی گئی۔

❁......جلسہ کے ایام میں شعبہ تربیت کے کارکنان احباب کو جلسہ کی کارروائی اور نمازوں میں شمولیت کی تلقین کرتے رہے۔ علاوہ ازیں رات کو بروقت سونے اور صبح نماز تہجد اور نماز فجر کے لئے بیدار کروانے کی ذمہ داری بھی بڑے احسن رنگ میں سرانجام دی۔

❁......شعبہ پارکنگ کے مستعد کارکنان نے ان تین ایام میں عمدہ رنگ میں پارکنگ کا کام سنبھالے رکھا اور کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہیں آیا۔ نیز مجلس خدام الاحمدیہ کے مستعد اور چاق و چوبند نوجوان نہایت محنت اور لگن سے اپنے فرائض سرانجام دیتے رہے۔

❁......حسب روایت بہت سے احباب نے مقام جلسہ میں ہی پرائیویٹ خیمہ جات میں بھی رہائش رکھی۔ بعض احباب نے مقامی ہوٹلوں میں قیام کیا جبکہ جماعتی طور پر ریجنز کے اعتبار سے خواتین اور مرد حضرات کی علیحدہ علیحدہ رہائشگاہیں بھی تیار کی گئی تھیں۔

❁......جلسہ میں شامل ہونے والے لوگوں کے عمومی تأثرات میں عبادت کی طرف توجہ، اتحاد و یگانگت اور تبلیغ کے لئے ایک جوش نظر آتا تھا۔ احباب وخواتین اور بچوں کی ایک بڑی تعداد صبح اجتماعی نماز تہجد اور دیگر نمازوں میں شامل ہوتی رہی اور دروس وتقاریر کو انہماک سے سنتی رہی۔ باتھ رومز، کھانے کے انتظامات اور بازار کی صورتحال میں بھی کافی بہتری نظر آئی۔

اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ گھانا کے اس جلسہ سالانہ کو بہت مبارک فرمائے اور پہلے سے بڑھ کر احمدیت یعنی حقیقی اسلام کو ترقیات عطا فرماتا چلا جائے۔ آمین۔

دکھ اور الم کا مسئلہ

دنیا میں دکھ کیوں ہے؟

حضرت مرزا طاہر احمد۔ خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ
کی تصنیف ''الہام، عقل، علم اور سچّائی'' کا ایک باب

حواس اور متعلقہ اعضاء کے ارتقائی مطالعہ سے بآسانی یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ ان میں نفع نقصان کا احساس شروع ہی سے موجود تھا۔ یہ ارتقائی سفر فائدہ اور نقصان کی شناخت پر مبنی ایک طویل سفر ہے جس کے نتیجہ میں اعضائے حس بتدریج ترقی پا کر خوشی اور تکلیف، آرام اور دکھ کی موجودگی کو محسوس کرنے کے قابل ہو گئے ہیں۔ اگر ہم پیچھے مڑ کر حیات کی سب سے ادنیٰ حالت کا جائزہ لیں اور اس زینہ کے نچلے درجوں کا چوٹی کے اعلیٰ مراحل کے ساتھ مقابلہ کریں تو یہ جان لینا مشکل نہیں رہتا کہ دراصل ارتقا سے احساس اور شعور کا ارتقا ہی مراد ہے۔ زندگی تسلسل کے ساتھ شعور کے دائرے میں نیچے سے اوپر کی طرف ترقی کر رہی ہے جس کے نتیجہ میں احساس کی قوتیں مسلسل بیدار سے بیدار تر ہوتی چلی جاتی ہیں۔

آغاز حیات میں سود و زیاں کا احساس خاصا دھندلا اور مبہم ہوا کرتا ہے اور ابتدائی حیات کی جسمانی ساخت میں اس احساس کو کنٹرول کرنے والا کوئی مرکز دریافت نہیں ہوا لیکن اپنے ماحول اور بعض عناصر کی موجودگی میں ان کے ردعمل سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ان میں مبہم سا شعور موجود ضرور ہے۔ یہی وہ بظاہر مبہم اور ناقابل بیان حس ہے جسے خالق نے کسی نہ کسی طرح قوت ادراک کی شروعات میں استعمال کیا ہے۔ اسی قوت مدرکہ نے بتدریج ترقی پا کر جانداروں کے جسم میں اپنی جگہ بنالی۔ یہی مقامات بالآخر موجودہ اعضائے حِس کی شکل اختیار کر گئے۔ دماغ کی تخلیق ایک الگ اور غیر متعلق واقعہ نہیں۔ اعضائے حِس کی ترقی کسی بھی متوازی مرکزی اعصابی نظام کے بغیر بامقصد نہیں ہوسکتی جو مختلف اعضائے حِس کے ذریعہ پہنچائے جانے والے پیغامات کی تشریح کر سکے۔ چنانچہ صاف ظاہر ہے کہ دماغ نے بھی اعضائے حِس کے لازمی جزو کے طور پر ساتھ ساتھ ترقی کی ہے۔ شعور جتنا زیادہ ترقی یافتہ ہوگا سود و زیاں کا احساس بھی اتنا ہی شدید ہوگا جسے مخصوص اعصابی مراکز محسوس کر کے نقصان کے احساس کو بطور رنج اور فائدہ کے احساس کو بطور راحت اعصاب کے ذریعہ ذہن تک منتقل کرتے ہیں۔

شعور جتنا کم ترقی یافتہ ہوگا اتنا ہی تکلیف کا احساس بھی کم ہوگا۔ یہی حال خوشی کا ہے۔ اس طرح خوشی اور غم کے احساس کیلئے اعضائے حِس کی موجودگی ناگزیر ہے۔ امکان غالب ہے کہ اگر تکلیف محسوس کرنے کی صلاحیت کو کم کر دیا جائے تو اس کے ساتھ ساتھ خوشی اور لذت محسوس کرنے کی صلاحیت بھی اسی حد تک کم ہو جائے گی۔ یہ دونوں برابر اہمیت کے حامل ہیں اور یکساں طور پر ارتقا کے پہیہ کو آگے بڑھانے میں مدد دیتی ہیں۔ ایک کو دوسری سے الگ نہیں کیا جاسکتا ورنہ ارتقا کا تمام تخلیقی منصوبہ کالعدم ہو جائے گا۔

قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تکلیف کو اپنی حیثیت میں ایک علیحدہ وجود کے طور پر نہیں بلکہ لذت اور آرام کے ایک ناگزیر جزو کے طور پر پیدا کیا ہے۔ خوشی کی عدم موجودگی تکلیف ہے جو کہ اس کے سائے کی طرح ہے بالکل اسی طرح جیسے تاریکی ایک سایہ ہے جو روشنی کی عدم موجودگی کا نتیجہ ہے۔ زندگی کیلئے موت ناگزیر ہے۔ دونوں مختلف درجات پر مشتمل ایک ہی سطح کی دو انتہائیں ہیں۔ جوں جوں ہم موت سے دور ہٹتے ہیں بتدریج زندگی کی ایک حالت یعنی خوشی کے قریب ہوتے چلے جاتے ہیں۔ لیکن جب ہم زندگی سے دور ہٹتے ہیں تو احساس زیاں اور دکھ کے ساتھ موت کی طرف سفر کرتے ہیں۔ بقا کی جدوجہد کو سمجھنے کی یہی کلید ہے جو زندگی کے معیار کو بہتر بناتی اور ارتقا کی آخری منزل کے حصول میں مدد دیتی ہے۔ ''بقائے اصلح'' کا اصول ارتقا کے اس عظیم الشان منصوبہ میں بھرپور کردار ادا کرتا ہے۔

یہ امر قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیات میں بیان کیا گیا ہے: تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ۔ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ ۙ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا۔ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ (الملک :2-3)

ترجمہ: بس ایک وہی برکت والا ثابت ہوا جس کے قبضۂ قدرت میں تمام بادشاہت ہے اور وہ ہر چیز پر جسے چاہے دائمی قدرت رکھتا ہے۔ وہی جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل کے اعتبار سے بہترین ہے۔ اور وہ کامل غلبہ والا (اور) بہت بخشنے والا ہے۔

دنیا میں دکھ کیوں ہے؟ مندرجہ بالا آیت میں اس سوال کا جواب بڑی وسعت اور وضاحت سے دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں موت و حیات کا گہرا فلسفہ، ان دونوں کے درمیان پائے جانے والے ان گنت مراتب، نیز زندگی کی تشکیل اور اس کا معیار بہتر بنانے میں ان کے کردار کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہی وہ ترتیب ہے جو اللہ تعالیٰ نے یہاں واضح فرمائی ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ زندگی ایک مثبت قدر ہے اور موت سے محض اس کی عدم موجودگی مراد ہے اور ان کے درمیان کوئی حدِّ فاصل نہیں ہے۔ حیات کا موت کی طرف سفر اور زوال پذیری یا دوسرے پہلو سے موت کی حیات کی طرف حرکت اور نتیجۃً طاقت، توانائی اور شعور کا حصول ایک تدریجی عمل ہے۔ یہ تخلیق کا عظیم منصوبہ ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے ایسا کیوں کیا؟ اس کا جواب قرآن کریم نے یہ دیا ہے: ''کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل کے اعتبار سے بہترین ہے۔''

یہ موت اور حیات کے مابین پیہم جدوجہد ہے جو جانداروں کو ایک مستقل آزمائش میں مبتلا رکھتی ہے۔ چنانچہ باقی وہی رہتے ہیں جو اپنے طرز عمل سے اپنے آپ کو بہترین ثابت کریں اور اپنی بقا کیلئے بہتر مقام حاصل کر پائیں۔ **مذکورہ بالا آیات میں ارتقا کا فلسفہ اور طریق بیان کیا گیا ہے۔** یہ موت اور حیات کی قوتوں کی مسلسل جدوجہد ہی ہے جو جاندار انواع کو مستقلاً موت سے دور لے جانے یا اس کی طرف جانے کی قوت عطا کرتی ہے۔ ارتقائی تبدیلیوں کے وسیع تناظر میں اس کا نتیجہ کسی وجود کی زندگی کے معیار کی بہتری یا ابتری کی صورت میں نکلتا ہے۔ یہی ارتقا کی اصل روح ہے۔

دکھ کو صرف اس صورت میں قابل اعتراض قرار دیا جاسکتا ہے اگر اسے نظام کائنات میں کوئی بامقصد کردار ادا کئے بغیر ایک علیحدہ وجود کے طور پر پیش کیا جائے۔ لیکن دکھ کے احساس کے اس تجربہ سے گزرے بغیر تو سکون اور آرام کا احساس بھی ختم ہو جاتا ہے۔ رنج اور تکلیف کے بغیر خوشی اور مسرت کا بھی کوئی لطف نہیں رہتا۔ بلاشبہ اس کے بغیر زندگی کا مقصد ہی فوت ہو جائے گا اور ارتقا کی منازل راستے ہی میں دم توڑ دیں گی۔

چنانچہ حواس خمسہ کے ارتقا میں تکلیف اور سکون کے احساس نے یکساں کردار ادا کیا ہے۔ جیسا کہ گاڑی کے دو پہیے کہ اگر ایک کو الگ کر دیں تو دوسرا بھی بیکار ہو کر رہ جائے گا اور یوں گاڑی کا تصور ہی ختم ہو جائے گا۔ موت و حیات کے مابین یہی کشمکش جو تکلیف کو جنم دیتی ہے، خوشی پیدا کرنے کا ذریعہ بھی ہے۔ یہی بنیادی محرک ارتقا کی گاڑی کو ہمیشہ آگے بڑھنے کی قوت مہیا کرتا ہے۔

ارتقا کی طویل تاریخ میں پائی جانے والی بیماریوں کی مختلف وجوہات بالواسطہ یا بلاواسطہ ارتقائی تبدیلیوں سے ہی متعلق تھیں۔ ماحولیاتی تبدیلیاں، بقا کی جدوجہد، تغیر اور حادثات، سب نے اکٹھے یا الگ الگ اپنا اپنا کردار ادا کیا ہے۔ **یعنی بیماریاں، نقائص اور کمزوریاں بھی ترقی پر اثرانداز ہونے میں اپنا اپنا کردار ادا کرتی ہیں۔** یوں جانوروں کی مختلف انواع بظاہر لاشعوری طور پر، مگر دراصل ایک رہنما اصول کے تحت شعور کے اعلیٰ مدارج کی طرف ارتقاپذیر ہوتی رہی ہیں۔

اب ہم ایک اور منصوبہ کا جائزہ لیتے ہیں جس میں ایک مفروضہ کے تحت تکلیف کے عنصر کو یکسر ہٹا دینا مقصود ہے۔ بالفاظ دیگر زندگی کی تمام حالتوں کو لازمی طور پر کسی تکلیف کے بغیر خوشی میں برابر کا حصہ ملنا چاہئے۔ مقصد یہ ہے کہ شاید اس طرح ہم تکلیف کو ختم کر کے زندگی کو ایذا سے بچاسکیں۔ تب مطلق مساوات قائم ہو جائے گی اور سب برابر کی سطح پر کھڑے ہو جائیں گے۔ لیکن اس منصوبہ کو کیسے اور کہاں متعارف کروایا جائے۔ مشکل یہ ہے کہ جہاں کہیں بھی ہم ارتقا کے طویل سلسلہ میں اس منصوبہ کو متعارف کروانے کی کوشش کریں گے ہمیں لازماً بعض لاینحل مسائل کا سامنا کرنا پڑے گا۔ افسوس کہ یا تو اس نئے منصوبہ کے اصولوں کو ابتدائے آفرینش سے متعارف کروانا ہوگا یا اسے سرے سے ترک کرنا پڑے گا۔ اس قسم کی مطلق مساوات کا اطلاق خواہ کسی بھی سطح پر کیوں نہ کیا جائے، لاینحل تضادات کو جنم دے گا۔ اس کے لئے ہمیں زندگی کے نقطۂ آغاز کی طرف لوٹنا ہوگا۔ ہمیں حیات کی تاریخ میں بالکل وہاں لوٹ جانا ہوگا جہاں سے زندگی کی ابتدا ہوئی اور ارتقا کی سیڑھی کو از سر نو زینہ بہ زینہ تعمیر کرنا ہوگا۔ مگر انتہائی کوشش کے باوجود ہم پہلے مرحلہ پر ہی رک جائیں گے اور ایک قدم بھی آگے بڑھنے کے قابل نہ ہوں گے کیونکہ **خوشی کی مساوی تقسیم اور تکلیف کی کلیۃً عدم موجودگی ارتقا کی قوت رفتار کو بالکل ختم کر دے گی۔** چنانچہ نہ تو بقا کیلئے کوئی جدوجہد ہوگی اور نہ ہی کوئی انتخاب طبعی اور بقائے اصلح کے اصولوں کا نفاذ۔ اور زندگی کی خام حالت سے ترقی کی طرف ایک قدم بھی نہیں اٹھایا جاسکے گا۔

زندگی کے اس مرحلہ کا تصور کیجئے جو انسانی علم کے مطابق تین بنیادی اکائیوں پر مشتمل ہے۔ یعنی مرکزہ والے بیکٹیریا۔ بغیر مرکزہ کے بیکٹیریا اور آگ کی توانائی سے جنم لینے والے پائرو بیکٹیریا۔ اس فرضی نظام میں سب کو برابر میسر آنے کی وجہ سے خوراک یا بالفاظ دیگر بقا کیلئے کوئی مقابلہ نہیں ہوگا اور نہ ہی تکلیف کا وجود ہوگا۔ نتیجۃً اس فرضی نظام میں زندگی ہمیشہ اپنی ابتدائی خام حالت میں ساکت اور جامد رہے گی۔ انسانی تخلیق تو اس نقطۂ آغاز سے دور کی بات ہے۔ اصل سوال یہ ہے کہ آیا اس نظام کو منتخب کیا جائے جس کا اہم جزو دکھ ہے اور جو زندگی کے ارتقا کے عمل کو مسلسل جاری رکھتا ہے یا تکلیف کے خوف سے اس نظام کو بکلی ترک کر دیا جائے۔ چنانچہ حتمی تجزیہ میں ''زندگی یا موت'' میں سے ایک کا انتخاب کرنا ہوگا۔ اگر حیات کی ابتدائی حالتوں میں کچھ شعور ہوتا تو حیات اس بے معنی مشقت میں زندہ رہنے کی بجائے موت کو ترجیح دیتی۔

دکھ کا تعلق سزا اور مکافات کے تصور سے بھی ہے۔ حیوانات میں ایک محدود پیمانے پر انتقام لینے کی جبلت مشاہدہ کی جاسکتی ہے۔ یہ جبلت بہت سے زمینی، بحری اور فضائی جانوروں کے رویوں میں بھی دیکھی جاسکتی ہے۔ ہاتھی اور بھینس انتقامی جذبہ کی وجہ سے خاصے بدنام ہیں۔ حیات کی اس بتدریج ترقی پذیر خصوصیت کا تعلق لازماً قوت فیصلہ کے بتدریج ارتقا سے ہے۔ کچھ کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ یا تو جبلت کے تحت ہوسکتا ہے یا سوچ سمجھ کر۔ تاہم یقینی طور پر کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ جانوروں کے طرز عمل میں فیصلہ کی صلاحیت کیا کردار ادا کرتی ہے۔ لیکن یہ یقینی بات ہے کہ انسان کے طرز عمل میں اس صلاحیت کا بہت اہم کردار ہے۔ یہ فیصلہ عموماً انسان کا اپنا ہوتا ہے کہ آیا وہ نور اور حیات کی طرف حرکت کرے یا ظلمت اور موت کی طرف۔ اس لئے اگر انسان کو اپنے اعمال کے نتیجہ میں کوئی انعام ملے یا سزا بھگتنا پڑے تو وہ خود اس کا ذمہ دار ہے۔

بعض اوقات لوگ تکلیف تو اٹھاتے ہیں لیکن انہیں اس بات کا احساس تک نہیں ہوتا کہ وہ خود ہی اس کے ذمہ دار ہیں۔ مگر قدرت میں جزا سزا کا ایک عمومی قانون کارفرما ہے جسے مکافاتِ عمل کہتے ہیں۔ عین ممکن ہے کہ انہیں اپنے کسی دانستہ یا نادانستہ عمل کے نتیجہ میں وجہ معلوم ہوئے بغیر یہ تکلیف اٹھانا پڑی ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر غلطی کی سزا فوری طور پر نہیں ملا کرتی۔ **بسا اوقات قانون شکنی پر قدرت غیر محسوس طریق پر سزا دیتی ہے۔**

تاہم یہ مسئلہ اتنا آسان نہیں ہے بلکہ بہت زیادہ الجھا ہوا، وسیع اور پیچیدہ ہے اور اسے بعض فرضی یا حقیقی سائنسی مثالوں کی مدد سے واضح کرنے کی ضرورت ہے۔ بعض صورتوں میں وضاحت مشکل ہو جاتی ہے۔ مثلاً **بعض پیدائشی نقائص والے بچوں کے متعلق یہ سوال اٹھ سکتا ہے کہ انہیں کیوں تکلیف میں ڈالا گیا؟** یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ یہ ان کی اپنی غلطی کی وجہ سے ہوا۔ اگر کہیں کوئی غلطی ہے تو خواہ یہ نادانستہ طور پر ہی ہو، والدین کی ہوسکتی ہے۔ اس سیاق و سباق میں لفظ ''نقص'' کو اس کے وسیع معانی میں سمجھنا چاہئے جس میں حادثاتی واقعات کے نتیجہ میں جنم لینے والی پیدائشی بیماریاں بھی شامل ہیں۔ ایسی غلطیوں کا دانستہ جرائم سے کوئی تعلق نہیں۔ کسی نقص کی وجہ کچھ بھی ہو، یہ بات یقینی ہے کہ اس نقص کے ساتھ پیدا ہونے والا معصوم بچہ کسی بھی صورت میں اس کا ذمہ دار نہیں ہے۔

اس مسئلہ کا حل یہ ہے کہ ہر تکلیف سزا نہیں اور نہ ہی ہر خوشی جزا ہے۔ کچھ لوگ بغیر کسی وجہ کے تکلیف میں مبتلا نظر آتے ہیں۔ تاہم ایسے معاملات کو بغور دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہاں بالارادہ ناانصافی کا سوال نہیں بلکہ ایسی تکالیف تخلیق کے وسیع تر منصوبہ کا ناگزیر نتیجہ ہیں اور یہ انسانی معاشرہ کے عمومی ارتقا میں ایک بامقصد کردار ادا کرتی ہیں۔

یاد رکھیں کہ علت اور معلول اور اسی طرح جرم اور سزا، خواہ کتنے ہی مشابہ کیوں نہ دکھائی دیں، دو مختلف امور ہیں۔ یہ کہنا بجا ہوگا کہ جرم ہی ایک سبب ہے جس کے نتیجہ

میں سزا ملتی ہے لیکن یہ دعویٰ درست نہیں کہ ہر تکلیف ماضی میں سرزد ہونے والے کسی جرم کی سزا ہے۔ یہ کہنا غلط ہے کہ تمام صحتمند بچے اپنے والدین کے کسی نیک عمل کے صلہ میں صحتمند ہیں۔ اسی طرح یہ بات بھی درست نہیں کہ ہر بیمار بچہ اپنے آباؤ اجداد یا اپنے والدین کے کسی نا معلوم جرم کے باعث بیمار ہے۔ صحت اور بیماری، اہلیت اور نا اہلی، خوش قسمتی اور بدقسمتی، پیدائشی صحت یا معذوری، اپنی ذات میں اثر انداز ہونے کے علاوہ ایک وسیع نظام میں بھی ایک فعّال کردار ادا کرنے کیلئے ضروری ہیں اور جرم اور سزا، اچھائی اور صلہ کے تصور سے نمایاں طور پر الگ ہیں۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے راحت کی طرح تکلیف بھی زندگی کے ارتقا کی لازمی اور بنیادی شرط ہے جس کا ارتقا کے اس سفر میں جرم وسزا کے نظریہ سے کوئی تعلق نہیں۔

تکلیف اپنے فعّال کردار کی وجہ سے ایسے مفید اثرات پیدا کرتی ہے جو اس کی موجودگی کی یاد دلاتے ہیں۔ ہمارے کردار کو سنوارنے کیلئے تکلیف ایک بہترین استاد کا درجہ رکھتی ہے۔ یہ قوتِ ادراک کو ترقی دے کر اسے جلا بخشتی، فروتنی سکھاتی اور کئی طریق سے انسان کو خدا کی یاد دلاتی ہے۔ یہ تحقیق اور جستجو کو بیدار کر کے اس خواہش کو جنم دیتی ہے جو تمام ایجادات کی ماں ہے۔ اگر تکلیف کو جو انسان کی پوشیدہ قوت کا باعث ہے، دُور کر دیا جائے تو ارتقا کا پہیہ لاکھوں گنا پیچھے چلا جائے گا۔ انسان اس قدرتی منصوبہ کو تبدیل کرنے کی کوشش تو کر سکتا ہے مگر سوائے مایوسی کے اسے کچھ حاصل نہ ہو گا۔ **چنانچہ تکلیف اور دکھ کی موجودگی کی وجہ سے خالق کو موردالزام نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔** بلکہ ان حالات میں دکھ اور تکلیف کا تو ایک تخلیقی کردار ہے اور یہ زحمت تو دراصل ہمارے لئے رحمت کا باعث ہے۔

ان تمام سائنسی تحقیقات اور دریافتوں کے پس منظر میں تکلیف اور بے آرامی سے چھٹکارا پانے کی ایک مستقل جدوجہد ہے جو کارفرما ہے۔ سائنسی تحقیق اور دریافتوں کے محرکات آرام کے حصول کی خواہش پر اس قدر مبنی نہیں جس قدر تکلیف سے نجات حاصل کرنے پر۔ تعیّش دراصل ہے کیا؟ یہ بے آرامی کی حالت سے نسبتاً آرام کی حالت کی طرف جانے کے رجحان میں وسعت کا نام ہے۔

آیئے ایک بار پھر ان معصوم اور دکھی لوگوں کے معاملہ پر مزید غور کریں۔ مثلاً پیدائشی نقائص کے حامل نومولود بچے یا وہ بچے جو بعد میں ٹائیفائیڈ یا کسی اور معذور کر دینے والی بیماری میں مبتلا ہونے کی وجہ سے اندھے، بہرے یا گونگے ہو جاتے ہیں اور جزوی یا مکمل طور پر مفلوج ہو جاتے ہیں۔ جن بچوں کے مرکزی اعصابی نظام کو دوران پیدائش نقصان پہنچ جاتا ہے ان کی حالت مزید بگڑ سکتی ہے اور اس کا نتیجہ دماغی امراض کی صورت میں نکلا کرتا ہے۔ اب کیا یہ سوال درست ہو گا کہ کیوں ایک بچہ مثلاً زید یا بکر تو اس تکلیف میں مبتلا ہے اور عمر یا خالد نہیں؟ علیٰ ہذا القیاس ''الف'' یا ''ب'' کیوں بیمار ہے اور ''ج'' اور ''د'' کیوں نہیں؟ اسی طرح یہ سلسلہ چلتا چلا جائے گا۔ درست سوال صرف یہ ہو سکتا ہے کہ آخر کوئی بھی بچہ اس طرح کیوں بیمار ہوتا ہے؟ اس صورت میں خالق کے پاس ایک ہی راہ باقی رہ جاتی ہے کہ یا تو تمام بچوں کو یکساں صحت مند پیدا کرے یا غیر صحتمند۔ اس سے یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ بچے کی صحت بذات خود ایک نسبتی قدر ہے۔ شاید ہی دو بچے ایسے ملیں جن کی ذہنی وجسمانی صحت اور تمام اعضاء یکساں ہوں۔ دکھ اور تکلیف کے اس مسئلہ کو حل کرنے کیلئے خالق کے متعلق بھی ایک موزوں سوال اٹھایا جا سکتا ہے۔ اگر ایک بچہ جو چھوٹی چھوٹی آنکھیں، ایک بڑی بھدی سی ناک اور دوسرے غیر متناسب نقوش لے کر پیدا ہوا ہو تو کیا وہ اپنے دوسرے خوشنصیب ساتھیوں کی خوبیاں دیکھ کر عمر بھر دکھی نہیں رہے گا؟

صحت اور شکل وصورت کا یہ اختلاف بہت سے لوگوں کو اذیت میں مبتلا کر دے گا۔ کیا مطلق انصاف اور ایمانداری کا یہ تقاضا نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو صحت اور ظاہری خدوخال میں یکساں پیدا کرتا۔ فکری اور قلبی استعدادوں اور رجحانات کے موازنہ کو بھی شامل کر لیں تو اعلیٰ اور ادنیٰ کا باہمی تضاد بھی زیادہ نمایاں ہو جاتا ہے۔ دونوں انتہاؤں کو چھوڑ کر عام انسانوں سے معمولی فرق بھی انصاف کے خلاف دکھائی دینے لگے گا۔ یکسانیت کو ختم کر کے تنوع پیدا کرنے کیلئے آخر کہیں سے تو ابتداء کرنا ہو گی۔ تنوع اور تفاوت کی نسبت سے تکلیف اور راحت بھی لازماً پیدا ہو گی۔ معذور بچوں کیلئے رحم کے نام پر ترتیب کائنات کے خلاف اعتراض اور چیز ہے لیکن اس سکیم کو بظاہر زیادہ ہمدردانہ اور انصاف پر مبنی سکیم سے بدل دینا ایک اور چیز۔ انسان ابتدائے آفرینش سے موجود کائنات کی اس سکیم کو بدلنے کی کوشش تو کر سکتا ہے لیکن اس کا نعم البدل پیش کرنے کے قابل ہرگز نہیں ہے۔ بالفاظ دیگر ہم اسی سوال کی طرف واپس لوٹتے ہیں کہ کوئی بیماری اور تکلیف آخر ہے کیوں؟ اور یہ کیوں ناگزیر ہے؟ اس سوال کا ایک جواب ہم پہلے ہی او پر دے چکے ہیں۔

آیئے ایک دہریہ اور ایک مومن کے نقطۂ نگاہ سے اس مسئلہ کا جائزہ لیتے ہیں۔ منطقی لحاظ سے دہریوں کے لئے نہ تو کوئی حل طلب مسئلہ موجود ہے اور نہ ہی کوئی ایسا سوال جس کا جواب مطلوب ہو۔ کیونکہ بقول ان کے وہ اپنی ہستی کے لئے کسی خالق کے محتاج نہیں۔ نیز اگر انہیں اِس اتفاقی تخلیق میں کوئی نقص نظر آتا ہے تو اصولاً کوئی خالق اُن کے سامنے جوابدہ نہیں۔ ہر تکلیف، ہر شامت اعمال اور ہر خوشی کی غیر مساویانہ تقسیم کیلئے صرف چانس یا اتفاق کو ہی ذمہ دار قرار دیا جا سکتا ہے اور اس سے صدیوں پرانی بحث کا خاتمہ ممکن ہے۔ دہریوں کے نزدیک چونکہ اصل خالق چانس یا اتفاق ہے، خواہ اس کا نام نیچر ہی کیوں نہ رکھ لیں جس میں نہ تو شعور ہے نیز یہ بہرا، گونگا، اندھا اور بے ترتیب ہے، اس لئے اگر اس بے ترتیبی میں کوئی نقص رہ جائے تو اسے مورد الزام نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔ کسی خالق کے بغیر اتفاقیہ پیدائش بغیر کسی ترتیب، دلیل یا سمت کے لازماً اندھی ہو گی۔

جو لوگ خدا تعالیٰ پر یقین رکھتے ہیں جو خالق ہے ان کیلئے اس جامع منصوبہ کی حکمت اور دانائی کو تسلیم کرنے میں بھی کوئی مشکل نہیں ہونی چاہئے کیونکہ انہیں اس تخلیق میں ایک واضح سمت، توازن اور مقصد نظر آتا ہے۔ اتنی مہارت سے ترتیب دیئے گئے اس رنگا رنگ اور معطر گلدستے میں کہیں کوئی ایک آدھ کانٹا بھی موجود ہو تو کیا اسے بدصورت کہا جا سکتا ہے؟

اگر دہریہ کا وہم درست ہو تو معصوم اور دکھی لوگوں کیلئے نجات کا واحد راستہ صرف موت ہے۔ لیکن تخلیق کے بارہ میں اگر مومن کا نظریہ درست ہو تو اس صورت میں موت ایک بالکل مختلف انداز میں نجات دہندہ بن جاتی ہے۔ ان کیلئے موت ایک نئی زندگی کی ابتدا ہے جو اُن مبتلائے آزار معصوم لوگوں پر لامحدود جزا کے دروازے کھول دیتی ہے۔ اگر وہ اس جزا کا تصور کر سکتے ہوں جو اس دنیوی زندگی میں پہنچنے والی عارضی اذیت کی تلافی کے طور پر ان کی منتظر ہے تو وہ اذیت کے باوجود مسکراتے ہوئے زندگی بسر کریں۔ گویا یہ تکلیف ایک کانٹے کی ہلکی سی چبھن کی مانند ہے جو راحت اور خوشی کی ابدی زندگی کے رستے میں انہیں اٹھانا پڑی ہے۔

ممکن ہے کہ کچھ لوگ پھر بھی مطمئن نہ ہوں اور مصر ہوں کہ چونکہ نہ کوئی خدا ہے اور نہ ہی موت کے بعد کوئی جزا سزا، اس لئے ان کے نزدیک اس جواب کی کوئی اہمیت نہیں۔ اگر ایسا ہے تو اس سوال پر بحث فضول ہے۔ انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ یہ سوال صرف اس صورت میں ہی زیر بحث لایا جا سکتا ہے جب پہلے خدا تعالیٰ کو خالق تسلیم کر لیا جائے۔ اخلاقیات اور کسی امر کے اچھا یا برا ہونے کا سوال صرف اسی وقت پیدا ہوتا ہے جب ہستیٔ باری تعالیٰ پر ایمان بھی ہو۔ اگر خدا ہے تب ہی مذکورہ بالا طریق سے تلافی ممکن ہے اور اسے ہنس کر ٹالا نہیں جا سکتا۔ اور اگر خدا نہیں ہے تو اتفاقی طور پر پہنچنے والی اذیت پر کسی کو بھی موردالزام نہیں ٹھہرا سکتے۔ اس صورت میں ہمیں زندگی اور متعلقہ امور کو محض ایک بے معنی، بے سمت اور بے مقصد اتفاقی سانحہ کے طور پر قبول کرنا ہو گا۔ اور دکھ یا اذیت کو قدرت کے ایک ایسے جزو لاینفک کے طور پر قبول کرنا ہو گا جس سے مفر نہیں اور انسان کو ہر صورت میں اذیت کے ساتھ زندگی گزارنے کا فن سیکھنا ہو گا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اذیت ارتقا کی قوت متحرکہ کا نہایت اہم جزو ہے۔ تاہم اس امر کا فیصلہ ہونا باقی ہے کہ ہستی کے شعور سے حاصل ہونے والی لذت اور اذیت کا توازن کیسے برقرار رکھا جائے؟ لذت اور اذیت کی اس سادہ مساوات میں اگر رنج و الم کا پلّہ بھاری رہے تو اکثریت ایسی زندگی پر موت کو ترجیح دے گی۔ اگر رنج والم میں مبتلا لوگوں کی اکثریت دکھ کے ساتھ سمجھوتہ کرنے کی بجائے شعوری سطح پر اپنی شناخت کو ضائع کرنا ہی پسند کرے گی تو اس صورت میں کائنات کے اس منصوبہ کی حکمت ہی بے معنی ہو کر رہ جائے گی۔ حالانکہ حقیقی زندگی میں ہمارا مشاہدہ مندرجہ بالا مفروضہ کے بالکل برعکس ہے۔ زندگی بسا اوقات اپنے وجود کے شعور کے ساتھ ہر قیمت پر چمٹی رہتی ہے خواہ کتنی ہی تکلیف اور دکھ کیوں نہ برداشت کرنا پڑے۔ غالب اصول تو یہی ہے تاہم بعض استثنائی صورتیں ہیں جو شاذ کالمعدوم کا حکم رکھتی ہیں۔

یاد رکھنا چاہئے کہ رنج والم کا تناظر بدلتا رہتا ہے۔ یہ ایک مسلسل عمل ہے جو زاویہ ہائے نگاہ کے بدلنے سے بدل جاتا ہے۔ صحتمند لوگ کسی معذور بچے کی حالت کو انتہائی تکلیف دہ خیال کرتے ہیں لیکن وہ جو اس بچے سے بھی زیادہ تکلیف دہ حالت میں ہیں ان کے لئے اس کی یہ حالت قابل رشک ہوتی ہے۔

وسیع تر تناظر میں زندگی کی ہر صورت اپنے سے نیچے یا اوپر کی حالتوں سے بالترتیب بہتر یا کمتر نظر آتی ہے۔ ارتقا کے سفر میں ہمارا اقدار کا شعور بھی ادنیٰ سے اعلیٰ حالتوں کی طرف تبدیل ہوتا چلا گیا ہے۔ اگر ارتقا کے اس ہمہ وقت ترقی پذیر رستے میں بلندی پر واقع مراحل کو کسی بلند تر مقام سے دیکھا جائے تو وہ بھی نسبتاً پست دکھائی دیتے ہیں۔ حیات کی اعلیٰ حالتوں کا ان قدروں سے چولی دامن کا ساتھ ہے جن کا شعور ارتقا کے طویل عمل کے دوران حاصل ہوا۔ اقدار کی اس آگہی اور استعدادوں میں کسی قسم کی کمی یقیناً ایسی اذیت پر منتج ہو گی جو بذات خود ان کی ترقی کیلئے ناگزیر ہے۔ اگر کیڑے کی زندگی کا حیات کی بعض اعلیٰ حالتوں سے موازنہ کریں اور پھر ان کا موازنہ جانوروں کی بعض مزید ترقی یافتہ انواع سے کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ سب کی استعدادیں یکساں نہیں ہیں۔ مثال کے طور پر گلے سڑے نامیاتی مادہ اور گندگی پر پلنے والے کیڑے کسی صورت میں بھی اپنے آپ کو گھاس کے وسیع میدانوں میں آزادی سے گھومتے پھرتے اور نرم گھاس چرتے ہوئے جنگلی گھوڑوں سے بہتر قرار نہیں دے سکتے۔ نہ ہی وہ یہ سمجھ سکتے ہیں کہ وہ ان سے گھٹیا اور کم تر درجہ رکھتے ہیں۔ ہر دو انواع کے مختلف جہان ہیں مختلف صلاحتیں، مختلف ضروریات اور مختلف خواہشات ہیں بشرطیکہ کیڑے بھی خواہشات رکھتے ہوں۔

تاہم یہ عدم توازن کسی ناانصافی پر دلالت نہیں کرتا۔ مثال کے طور پر چند ایسے ہٹے کٹے کیڑوں کا تصور کیجئے جو بظاہر اپنے ماحول سے مکمل طور پر ہم آہنگ ہوں اور اپنی موجودہ صلاحیتوں پر قانع ہوں اور نہ ہی اپنے محسوسات سے ہٹ کر کوئی خواہش کر سکتے ہوں۔ اس کے باوجود اگر اذیت میں مبتلا بچے کو کسی کیڑے کی خوشحال زندگی سے بدلنے کی پیشکش کی جائے تو کیا وہ اس پر موت کو ترجیح نہیں دے گا؟

محض انسانی زندگی اور اس زندگی کی ان اعلیٰ حالتوں کا شعور جن سے اسے نوازا گیا ہے، ہی بالعموم اذیت کے احساس کو کم کرنے کے لئے کافی ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اذیت بہرحال ایک نسبتی حالت ہے۔ اذیت کی بنیادی وجہ احساس محرومی ہے۔ جب معروف اور پسندیدہ اقدار کو نقصان پہنچتا ہے تو اذیت کا شعور جنم لیتا ہے۔

یہ صرف اسی وقت ممکن ہے جب انسان ان اقدار کی لذت کا مزہ چکھ چکا ہو یا دوسروں کو ان سے لطف اندوز ہوتے دیکھ چکا ہو۔ چنانچہ ان اقدار میں کمی جن سے کبھی وہ خود لطف اندوز ہو چکا ہو یا اوروں کو ان قدروں سے لطف اندوز ہوتا دیکھے لیکن خود اس لذت سے محروم ہو، یہ دونوں ایسے مضبوط عوامل ہیں جو اذیت کا باعث ہوا کرتے ہیں۔ البتہ ان اقدار کی عدم موجودگی اذیت کا باعث نہیں بن سکتی جن کا انسان کو علم ہی نہ ہو۔ لہٰذا اگر اذیت محض کسی محرومی کی علامت نہیں تو اور کیا ہے؟ اس حقیقت کے باوجود کہ اذیت کا ذمہ دار خاص صدمات کو ہی قرار نہیں دیا جا سکتا، گہرے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اذیت کا ہر احساس دراصل کسی محرومی کے احساس ہی سے پیدا ہوتا ہے۔

حواس کی تخلیق اور ارتقا، سود وزیاں، لذت اور اذیت کی اس لمبی اور نہ ختم ہونے والی کشمکش ہی کا نتیجہ ہے۔ یہ دونوں وہ موثر ترین مخفی تخلیقی عوامل ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے ہمارے حواس خمسہ انہی عوامل کی باہمی کشمکش کا نتیجہ ہیں جو لاکھوں سالوں پر محیط ارتقا کے عمل کے دوران بتدریج معرض وجود میں آ گئے۔ راحت اور اذیت بذات خود نظامِ شعور کی تخلیق کا باعث نہیں ہیں۔ تکلیف اور خوشی ازخود اعصابی نظام تخلیق نہیں کر سکتے۔ اور اس شعوری نظام کی عدم موجودگی میں کسی راحت واذیت کا سرے سے کوئی وجود ہی نہیں ہوتا۔ عدم سے وجود کیونکر ممکن ہے؟ عدم شعور اربوں کھربوں سالوں میں بھی شعور کی نہ تو تخلیق کر سکتا ہے اور نہ ہی اس کی تشکیل۔

اس کے لئے ایک باشعور خالق کی ضرورت ہے جو موت کو شعور عطا کرے اور اس سے زندگی پیدا کرے۔ یوں لگتا ہے جیسے خالق کل نے ایک ایسے طریق پر جواب تک ایک سربستہ راز ہے لذت اور اذیت کو ان اعضاء کی تخلیق کے لئے استعمال کیا ہے جو لذت و اذیت کو محسوس کرتے ہیں۔ اس حیرت انگیز شاہکار کی تخلیق میں اذیت کے کردار کو ختم کر دینے سے زندگی اپنے آپ سے محض ایک بیگانہ اور بے حس نباتاتی مواد کی صورت میں رہ جائے گی۔ شعور کی اس حیرت انگیز صلاحیت کے مقابل پر اذیت اور محرومی کی محدود اور استثنائی مثالیں کیا کوئی مہنگا سودا ہے؟

یاد رکھیں کہ اسلام کے نزدیک بدی ایک ایسا سایہ ہے جو روشنی کی عدم موجودگی سے پیدا ہوتا ہے۔ بذات خود اس کا کوئی مثبت وجود نہیں۔ روشنی کے ماخذ کا تصور تو کیا جا سکتا ہے مثلاً لیمپ یا سورج مگر تاریکی کے ماخذ کا تصور نہیں کیا

باقی صفحہ نمبر 15 پر ملاحظہ فرمائیں

نماز جنازہ حاضر و غائب

مکرم منیر احمد جاوید صاحب پرائیویٹ سیکرٹری اطلاع دیتے ہیں کہ 31 دسمبر 2014ء بروز بدھ 11 بجے قبل دوپہر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسجد فضل لندن کے باہر تشریف لا کر **مکرمہ امۃ الرحمٰن حبیب صاحبہ (اہلیہ مکرم بشیر احمد حبیب صاحب۔ ارلز فیلڈ۔ یوکے)** کی **نماز جنازہ حاضر** پڑھائی۔

آپ 27 دسمبر 2014ء کو 90 سال کی عمر میں وفات پاگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ آپ کو 1970ء کے ابتدائی ایام میں مختلف حیثیتوں سے خدمت کی توفیق ملی۔ حلقہ ارلز فیلڈ کی صدر بھی رہیں۔ لازمی چندوں کے علاوہ دیگر مالی تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی تھیں۔ افریقہ میں بہت ساری مساجد کی تعمیر کے لئے بھی مالی مدد کی توفیق پائی۔ غریبوں کی مدد اپنی بساط سے بڑھ کر کیا کرتی تھیں۔ صوم وصلوٰۃ کی پابند، ملنسار، مہمان نواز، رشتہ داروں کا خیال رکھنے والی، بہت مخلص اور باوفا خاتون تھیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں پانچ بیٹیاں یادگار چھوڑی ہیں۔

اس کے ساتھ حسب ذیل مرحومین کی **نماز جنازہ غائب** بھی ادا کی گئی:

(1) مکرم صوفی محمد شریف صاحب معلّم سلسلہ (بیوت الحمد کالونی ربوہ) 7 ستمبر 2014ء کو 73 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ آپ نے 47 سال معلم سلسلہ کی حیثیت سے جماعتی خدمت کی توفیق پائی۔ صوم وصلوٰۃ کے پابند، باقاعدگی سے تلاوت قرآن کریم کرنے والے، بہت سادہ مزاج، متوکل، بروقت چندہ جات کی ادائیگی کرنے والے نیک اور مخلص انسان تھے۔ آپ نے بچپن سے ہی اپنی زندگی وقف کردی تھی۔ مطالعہ کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بے حد شوق تھا۔ خلافت کے ساتھ والہانہ محبت رکھتے تھے۔

(2) مکرمہ خورشید بیگم صاحبہ (اہلیہ مکرم مرزا محمد اسماعیل صاحب مرحوم۔ ربوہ) 10 دسمبر 2014ء کو 95 سال کی عمر میں وفات پاگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ آپ نے پاکستان میں کئی جماعتوں میں صدر لجنہ اماء اللہ کی حیثیت سے خدمت کی توفیق پائی۔ آپ نے اپنے 3 بیٹوں کو جماعت کی خدمت کے لئے وقف کیا۔ آپ کے ایک بیٹے مکرم مرزا محمد افضل صاحب آجکل کینیڈا میں مربی سلسلہ کی حیثیت سے خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ آپ کی بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین عمل میں آئی۔ پسماندگان میں 3 بیٹیاں اور 7 بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔

(3) مکرم محمد شفیع صاحب سلیم پوری (آف سلیم پور۔ ضلع سیالکوٹ) 14 دسمبر 2014ء کو 90 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ میٹرک کے امتحان کے بعد بچپن کی عمر میں ''الفضل'' کے مطالعہ سے قبول احمدیت کی سعادت پائی۔ اپنے گھر والوں کی مخالفت کے باوجود ہمیشہ ثابت قدم رہے۔ 1942ء میں آپ فوج میں حوالدار کلرک کی حیثیت سے بھرتی ہوئے۔ آپ پُرجوش داعی الی اللہ تھے اور اردو اور انگریزی لٹریچر منگوا کر اپنی بٹالین میں تقسیم کیا کرتے تھے۔ ملٹری سروس کے بعد پاکستان آرڈیننس فیکٹری واہ کینٹ میں ملازم ہوگئے۔ جہاں آپ نے جماعتی کتب و رسائل اور الفضل کی ایجنسی لے لی اور مسلسل 23 سال تک اس خدمت کو بجالاتے رہے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد جماعت سلیم پور میں صدر جماعت، سیکرٹری اصلاح وارشاد اور زعیم انصاراللہ کی حیثیتوں سے خدمات بجالاتے رہے۔ پنجگانہ نماز باجماعت کے پابند، تہجد گزار، بہت شفیق، چندہ جات میں باقاعدہ ایک نیک اور مخلص انسان تھے۔ آپکی اہلیہ شادی کے وقت احمدی نہ تھیں۔ مگر خاوند کے نیک نمونہ کو دیکھ کر انہوں نے بھی احمدیت قبول کرنے کی سعادت پائی۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں ایک بیٹی اور 3 بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔ آپ کے نواسے مکرم صباح الظفر صاحب مبلغ انچارج قرغیزستان کی حیثیت سے خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔

(4) مکرم آغا حمید اللہ خان صاحب (ابن مکرم آغا عبداللہ خان صاحب مرحوم) 14 دسمبر 2014ء کو 83 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ آپ نمازوں کے پابند، ملنسار، صلہ رحمی کرنے والے، ہمدرد، بہت خوش اخلاق اور باوفا انسان تھے۔ طبیعت میں مزاح کا عنصر غالب تھا۔ خلافت اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بہت عقیدت اور محبت کا تعلق تھا۔ ہمیشہ دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کی کوشش کرتے۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ 4 بچے یادگار چھوڑے ہیں۔

(5) مکرمہ منصورہ اقبال صاحبہ (کراچی) 15 دسمبر 2014ء کو 52 سال کی عمر میں مختصر علالت کے بعد وفات پاگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ آپ بلڈ کینسر کی مریضہ تھیں۔ بیماری کا عرصہ بہت صبر اور راضی بہ رضائے الٰہی رہتے ہوئے گزارا اور کبھی ناشکری کا کوئی کلمہ زبان پر نہ لائیں۔ آپ نمازوں کی پابند، خوش اخلاق، مہمان نواز، ہر ایک سے احسان کرنے اور دوسروں کے دکھ سکھ میں شریک ہونے والی غریب پرور، نیک اور مخلص خاتون تھیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں ایک بیٹا یادگار چھوڑا ہے۔

(6) مکرم احسان الحق صاحب (ابن مکرم ڈاکٹر سراج الدین صاحب مرحوم۔ جرمنی) 23 نومبر 2014ء کو 75 سال کی عمر میں طویل علالت کے بعد وفات پاگئے۔ انّا للّٰہ وانّا الیہ راجعون۔ آپ کو 10 سال محلّہ دارالنصر شرقی ربوہ میں صدر جماعت کی حیثیت سے خدمت کی توفیق ملی۔ آپ بہت دعاگو، تلاوت قرآن کریم کرنے والے، ہر ایک سے پیار سے پیش آنے والے، چندوں میں باقاعدہ بہت مخلص اور باوفا انسان تھے۔ آپ تحریک جدید کے دفتر اول کے مجاہدین میں شامل تھے۔ جماعت اور خلافت سے بہت عقیدت اور محبت کا تعلق تھا۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ ایک بیٹی اور 4 بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔

(7) مکرم مہر ولی محمد صاحب (احمد نگر) یکم ستمبر 2014ء کو 70 سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ آپ نے گورنمنٹ ملازمت سے ریٹائرمنٹ کے بعد دفتر وصیت میں محرر کی حیثیت سے خدمت کی توفیق پائی۔ اسی طرح آپ کو جماعت احمد نگر میں بحیثیت سیکرٹری مال و محاسب 20 سال خدمت کی توفیق ملی۔ آپ صوم وصلوٰۃ کے پابند، بہت ملنسار، مہمان نواز اور ضرورتمندوں کا خیال رکھنے والے مخلص انسان تھے۔

(8) مکرمہ صفیہ شوکت صاحبہ (اہلیہ مکرم شوکت حیات مانگٹ صاحب۔ مانگٹ اونچا ضلع حافظ آباد) 2 دسمبر 2014ء کو 51 سال کی عمر میں طویل علالت کے بعد وفات پاگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ آپ نمازوں کی پابند، مہمان نواز، خلافت سے محبت رکھنے والی، خدمت دین کرنے والی، نیک اور مخلص خاتون تھیں۔ آپ طویل عرصہ سے جگر کے عارضہ میں مبتلا تھیں۔ بیماری کا تمام عرصہ نہایت صبر سے گزارا۔ پسماندگان میں شوہر کے علاوہ 2 بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین سے مغفرت کا سلوک فرمائے اور انہیں اپنی رضا کی جنتوں میں جگہ دے۔ اللہ تعالیٰ ان کے لواحقین کو صبر کرنے اور ان کی خوبیوں کو زندہ رکھنے کی توفیق دے۔ آمین

سانحۂ پشاور

(جس میں پبلک آرمی سکول پشاور میں کم وبیش 130 بچے دہشتگردی کا نشانہ بنائے گئے)

اس کے چہرے پہ پسینے کا نظارہ ہوگا
مجھ کو زنداں میں جونہی اس نے اتارا ہوگا
اس سے ملنے کی طلب بھی ہے، نہ ملنے کی دعا بھی
مجھ کو ہر حال میں لگتا ہے خسارہ ہوگا
ایک لمحے کو پشاور بھی تو لرزا ہوگا
جب کہ پھولوں کو زمیں گود اتارا ہوگا
ہاں وہ معصوم شگوفے جو وہاں دفن ہوئے
وہ کوئی آنکھ کا تارا وہ راج دلارا ہوگا
یہ جو کِھلتی ہوئی کلیاں تھیں ہاں پریوں جیسی
ان کی ماؤں نے انہیں روز سنوارا ہوگا
میرے قدموں کے تقدم میں رکاوٹ کیسی
مجھ کو پیچھے سے کسی نے تو پکارا ہوگا
آج قبروں میں جو سوئے ہوئے موتی ہیں فرازؔ!
کل کا وہ چاند وہ سورج وہ ستارہ ہوگا

(اطہر حفیظ فراز)

بقیہ: دکھ اور الم کا مسئلہ۔ دنیا میں دکھ کیوں ہے؟...... از صفحہ نمبر 14

جاسکتا۔ کوئی چیز اندھیرے کا ماخذ اس وقت بنتی ہے جب اس میں روشنی کو روکنے کی صلاحیت پیدا ہوجائے۔ اسی طرح یہ نیکی کی عدم موجودگی ہی ہے جو بدی کہلاتی ہے اور بدی کے مختلف مدارج کا انحصار نیکی روکنے والے واسطے کی کثافت پر ہے۔

کسی چیز کو حاصل کر لینے کا شعور ہی لذت کہلاتا ہے اور اس چیز کا نقصان یا کھو دینے کا اندیشہ درد یا اذیت کہلائے گا۔

لیکن یہ ضروری ہے کہ یہ دونوں دو انتہاؤں کے طور پر بیک وقت موجود رہیں۔ یعنی ایک کو ختم کرنے سے دوسرا خود بخود ختم ہوجائے گا۔ نتیجۃً کوئی شخص بھی اذیت اور لذت، نیکی اور بدی کے اس تخلیقی نظام میں نہ تو دخل اندازی کرسکتا ہے اور نہ ہی اسے تبدیل کرنے پر قادر ہے۔ یہ انسانی ہمدردی کے بس سے باہر ہے کہ وہ زندگی کو ختم کئے بغیر اذیت کو ختم کرسکے۔

(الہام، عقل، علم اور سچائی۔ صفحہ 168-157۔ ایڈیشن 2007ء مطبوعہ UK)

Earlsfield Properties
We will manage your property at 0% commission
Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years
Free management Service
Guaranteed vacant possession
175 Merton Road London SW18 5EF
Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

قائم شدہ 1952ء
خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
خالص سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز
SHARIF
JEWELLERS
SINCE 1952
Aqsa Road Rabwah
0092 47 6212515
15 London Rd, Morden SM4 5HT
0044 20 3609 4712

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں
احمدیوں پر ہونے والے دردناک مظالم کی الم انگیز داستان

{2014ء میں سامنے آنے والے چند تکلیف دہ واقعات سے انتخاب}

(عبدالرحمان)

(قسط نمبر153)

قارئین الفضل کی خدمت میں ماہ نومبر، دسمبر 2014ء کے دوران پاکستان میں احمدیوں کے خلاف ہونے والے واقعات کا خلاصہ پیش ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو محض اپنے فضل سے اپنے حفظ و امان میں رکھے، اور جلد از جلد ان شریروں کی پکڑ کا سامان فرمائے۔ آمین

جیو ٹیلی وژن پر ایک نفرت آمیز پروگرام کے بعد ایک احمدی کی شہادت کا افسوسناک واقعہ!

ربوہ، 27/دسمبر 2014ء: جماعتِ احمدیہ کی مرکزی انتظامیہ کی طرف سے درج ذیل پریس ریلیز جاری کی گئی:

’گوجرانوالہ میں مذہبی منافرت کی بنا پر نوجوان احمدی ٹارگٹ کلنگ کا شکار

علاقے میں چند دن قبل انتہا پسند عناصر نے جلسہ کر کے احمدیوں کے خلاف سخت اقدامات کی ترغیب دی تھی۔

22 دسمبر کو ’’جیو‘‘ ٹی وی کے پروگرام صبح پاکستان میں احمدیوں کے خلاف نفرت کی تلقین کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا

پُرتشدد اور اشتعال انگیز تقاریر معصوم احمدیوں کی زندگی کا گلا گھونٹ رہی ہیں: ترجمان جماعت احمدیہ

چناب نگر ربوہ (پ ر) لقمان احمد صاحب آف بھڑی شاہ رحمٰن ضلع گوجرانوالہ کو آج مورخہ 27 دسمبر بعد نماز فجر فائرنگ کر کے قتل کر دیا گیا۔ وقوعہ کے بعد حملہ آور فرار ہوگئے۔ ان کی عمر 27 سال تھی۔ وہ غیر شادی شدہ تھے۔ زمیندارہ کرتے تھے۔ نہایت شریف النفس انسان تھے۔ ان کی کسی سے کوئی دشمنی نہیں تھی۔

ترجمان جماعت احمدیہ نے اس واقعہ پر رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اس وقوعہ سے چند دن پہلے مخالفین نے مقامی طور پر جلسہ کر کے جماعت کے خلاف حسب روایت سخت بد زبانی کی تھی اور حاضرین جلسہ کو افراد جماعت کے خلاف سخت اقدامات کی تحریک کی تھی۔ یاد رہے کہ اس سال رمضان المبارک کے مقدس مہینے میں گھروں کو آگ لگا کر 2 کمسن بچیوں اور ایک بزرگ احمدی خاتون کو ایک پرتشدد ہجوم نے موت کے گھاٹ اتار دیا تھا اور ابھی تک کسی ایک فرد کو اس جرم میں گرفتار نہیں کیا گیا۔ ترجمان نے مزید کہا کہ پاکستان میں کھلے عام پُرامن اور محبّ وطن احمدیوں کے خلاف نفرت و تشدد کی تلقین کی جاتی ہے۔ انہوں نے مثال دیتے ہوئے کہا کہ لقمان احمد کے قتل سے چند دن قبل 22 دسمبر کو نجی ٹی وی چینل ’’جیو‘‘ کے پروگرام ’’صبح پاکستان‘‘ میں پاکستان میں دہشتگردی کا سبب احمدیوں کو قرار دیا گیا۔

انہوں نے کہا کہ موجودہ ملکی صورتحال میں جب سانحہ پشاور کے بعد ساری قوم میں سفاک دہشتگردوں کے خلاف سخت اقدامات پر اتفاق پایا جا رہا ہے، دہشتگردی اور انتہا پسندی کے خلاف قوم کے جذبات کا رخ پرامن اور محبّ وطن احمدیوں کے خلاف موڑنے کی دیدہ دانستہ کوشش کی گئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ 2008ء میں اسی ٹیلی ویژن کے ایک پروگرام ’’عالم آن لائن‘‘ میں احمدیوں کے واجب القتل ہونے کی بات کی گئی تھی اور اگلے دو دنوں میں جماعت احمدیہ کے 2 سرکردہ رہنما قتل کر دیئے گئے تھے۔ اس پروگرام کا میزبان بھی عامر لیاقت حسین تھا۔ ترجمان نے مطالبہ کیا کہ وطن عزیز میں مذہب کے مقدس نام پر نفرت و تشدد کی تلقین کرنے والے انتہا پسند عناصر کو قانون کی گرفت میں لایا جائے اور ہر طرح کی دہشت گردی کو قلع قمع کیا جائے۔‘

ایشین ہیومن رائٹس کمیشن نے بھی گوجرانوالہ میں چند دن قبل ہونے والی اینٹی احمدیہ کانفرنس کا نوٹس لیا۔ اپنے ایک بیان میں (AHRC-215-2014) جو کہ 29/دسمبر کو جاری کیا گیا کمیشن کی طرف سے کہا گیا کہ:

’احمدی نوجوان کے قتل کی یہ ظالمانہ کارروائی کی وجہ دراصل گوجرانولہ میں چند روز قبل ہونے والی اینٹی احمدیہ کانفرنس تھی۔ اس کانفرنس میں عوام الناس کو احمدیوں کے خلاف اکسایا گیا اور انہیں بتایا گیا کہ احمدیوں کو قتل کرنا جائز ہے۔ شدّت پسند ملّاں کو حکومت نے باقاعدہ یہ کانفرنس منعقد کرنے کی اجازت دی تھی جبکہ ملک کی موجودہ صورتحال میں حکومت ملک میں استحکام پیدا کرنے کے لئے جابجا بیانات دیتی نظر آتی ہے۔

اس بارے میں پاکستان سے چھپنے والے متعدد اخبارات میں مضامین اور ایڈیٹوریلز شائع کیے جن میں سے ایک انگریزی روزنامہ The Nation کی 29/دسمبر کی طباعت میں شائع ہونے والا ایک ایڈیٹوریل ہے۔

....

اپنی حفاظت کے جرم میں گرفتار

ربوہ، 16/دسمبر 2014ء: ربوہ میں سیکیورٹی گارڈ کے طور پر خدمات سرانجام دینے والے دو احمدیوں خورشید احمد اور بلاول احمد کو پولیس نے ایف آئی آر نمبر 393/2014 زیرِ تعزیراتِ پاکستان دفعات 341/342، 506/148 اور 149 درج کر کے 16/دسمبر 2014ء کو گرفتار کر لیا۔

پولیس اور تحفظ فراہم کرنے والے ادارے جماعتِ احمدیہ کی انتظامیہ کو آئے روز یہ اطلاعات فراہم کرتے رہتے ہیں کہ ربوہ دہشتگردوں کی ٹارگٹ لسٹ پر ہے اس لئے اگر ممکن ہو سکے تو ربوہ والے اپنی مدد آپ کے تحت اپنے لئے حفاظتی انتظامات کر لیں۔ چنانچہ پولیس کے تعاون کے ساتھ ربوہ کے باسی سیکیورٹی کی ڈیوٹیاں بہت مستعدی سے سرانجام دیتے ہیں۔

مذکورہ بالا دو حفاظتی گارڈز کے خلاف ایف آئی آر اس وقت درج کی گئی جب تحفظِ ختمِ نبوّت سے تعلق رکھنے والے ملّاں غلام مصطفیٰ نے پولیس میں یہ رپورٹ درج کروائی کہ ان دو گارڈز نے دو ملّاؤں کو روک کر ان سے پوچھ گچھ کی تھی۔

ربوہ میں بسنے والے احمدیوں کے لئے ایک لحاظ سے ’نہ پائے ماندن نہ جائے رفتن‘ والی صورتحال ہے۔ اگر اپنی حفاظت کے لئے انتظامات نہ کریں تو انتظامیہ کی ہدایات کی خلاف ورزی کے مرتکب ٹھہرتے ہیں اور اگر انتظامیہ کی بات کو مانیں تو شر پسند ملّاں ان کے خلاف مقدمات درج کروا دیتے ہیں۔

اگر ان دونوں احمدیوں پر ان کا جرم ثابت کر دیا گیا تو انہیں اپنے فرائض کی انجام دہی کی پاداش میں دو سال قید ہو سکتی ہے!

....

اغوا اور پھر شہادت، پانچ سال بعد معمہ حل

ٹوبہ ٹیک سنگھ، پنجاب: ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ کے گاؤں کتھووالی کے رہائشی مبارک احمد باجوہ کو پانچ سال قبل 26/اکتوبر 2009ء کو نامعلوم اغوا کاروں نے اغوا کر لیا تھا۔ اس وقت سے موصوف مفقود الخبر تھے۔ چند ماہ قبل صوبہ پنجاب ہی کے شہر گجرات سے کچھ دہشتگردوں کو گرفتار کیا گیا جنہوں نے اس بات کا اقرار کیا کہ انہوں نے کتھووالی کے مبارک احمد باجوہ کو محض اس بنا پر کہ وہ ’قادیانی گستاخ‘ تھے چھریوں سے ذبح کر کے ان کی نعش کو نالہ بھمبر میں دبا دیا تھا۔ ان کے واقعہ شہادت کی تفصیلات سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ فرمودہ 19 دسمبر 2014ء میں بیان فرمائیں۔ یہ تفصیلات احباب کی خدمت میں پیش ہیں:

’مبارک احمد باجوہ صاحب ابن مکرم امیر احمد باجوہ صاحب چک نمبر 312 ج۔ب کتھووالی ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ کے ہیں۔ ان کو شہید کیا گیا تھا۔ ان کو کچھ نامعلوم افراد نے 26/اکتوبر 2009ء کو ان کے ڈیرے سے اغوا کر لیا تھا۔ ان کے بارہ میں اب تک معلوم نہیں ہو سکا تھا۔ تاہم چند روز قبل گجرات کے ایک علاقہ سے گرفتار ہونے والے چند دہشت گردوں نے انکشاف کیا ہے کہ ہم نے کتھووالی کے ایک مبارک باجوہ کو بھی گستاخ رسول قرار دے کر قتل کر کے بھمبر نالہ واقع ضلع گجرات میں گڑھا کھود کر دبا دیا ہے۔

......مبارک احمد باجوہ صاحب اور ان کے غیر از جماعت ملازم سکندر محمود جس کی عمر 14 سال تھی کو کچھ لوگوں نے 26-27/اکتوبر 2009ء کی رات کو اغوا کر لیا، آج سے پانچ سال پہلے، ان کے ڈیرے سے اغوا کر لیا، اغوا کار دو کاروں پر سوار تھے۔ چند دن بعد اغوا کاروں نے مذکورہ ملازم کو ایک موبائل دے کر چھوڑ دیا پھر اس موبائل نمبر پر تاوان کے لئے رابطے کئے۔ 2 کروڑ روپے تاوان کی رقم کا مطالبہ کیا گیا جو کم ہو کر دس لاکھ پر آ گیا اغوا کاروں کی شرط یہ تھی کہ رقم کوہاٹ یا پاراچنار پہنچائی جائے۔ پھر اغوا کاروں سے رابطہ ختم ہو گیا۔ پولیس بھی کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکی۔ اب مکرم امیر صاحب ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ نے اطلاع دی کہ ڈی پی او ضلع نے مغوی کے بھائی عزیز احمد باجوہ صاحب کو بلا کر کہا ہے کہ آپ کے بھائی کے بارے میں کچھ معلومات گجرات ڈی پی او کے پاس ہیں ان سے مل لیں۔ وہاں گئے۔ ڈی پی او ضلع گجرات سے ملاقات ہوئی تو ڈی پی او ضلع گجرات نے بتایا کہ چند لوگ پکڑے گئے ہیں جن میں واجد نامی شخص نے مبارک احمد باجوہ صاحب کو اغوا کرنے کے بعد چھریوں سے ذبح کر کے نعش وہیں پر نالے میں دبانے کا انکشاف کیا ہے۔ جب عزیز احمد باجوہ دیگر افراد مذکورہ زیر تفتیش واجد نامی شخص سے ملے تو اس نے اس قتل کی تصدیق کی۔ اس سوال پر کہ کیا کوئی مقامی آدمی بھی اس کے ساتھ تھا تو مذکورہ ملزم نے کہا کہ ساتھ والے گاؤں کا ایک احمد نامی ایک شخص ساتھ تھا جس نے ہمیں مبارک احمد باجوہ صاحب کے گستاخ رسول ہونے کا بتایا تھا۔ یہ شخص پہلے عیسائی تھا بعد میں مسلمان ہو کر تحریک طالبان میں شامل ہو گیا۔ اس کا والد باجوہ فیملی کا ملازم تھا۔ اور پھر اس نے بتایا کہ ہم نے اغوا کیا اور کوٹلی گاؤں کی مسجد کے تہہ خانے میں زنجیروں سے باندھ کر رکھا تھا ان کو اور پھر ایک دن ہم نے عشاء کی نماز کے بعد ان کی گردن پر چھری پھیر دی اور پھر ٹکڑے ٹکڑے کر کے گڑھے میں دبا دیا......

......اللہ تعالیٰ شہید مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور ان کے بچوں کو صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔ آمین‘‘

ان دہشتگردوں کا تعلق کالعدم تحریکِ طالبان پاکستان کے افضل فوجی گروپ سے تھا۔

....

ڈاکوؤں کی جانب سے قتل کی دھمکیاں

جھانگر حکیم والا، ضلع ننکانہ، 25/نومبر 2014ء:

یہاں کے رہائشی احمدیوں کو شدید مخالفت کا سامنا ہے۔ گاؤں میں احمدیوں کے خلاف منافرت پیدا کرنے والا لٹریچر تقسیم کیا جاتا ہے۔ یہاں کے ایک احمدی محمد افضل ابن رائے منصب علی کو ان کے گھر والوں کے ساتھ کچھ عرصہ قبل سری لنکا سے ڈیپورٹ کر دیا گیا تھا۔ پانچ مسلح ڈاکو 25/نومبر 2014ء کی رات ڈیڑھ بجے کے قریب ان کے گھر داخل ہو گئے اور انہیں قتل کرنے کی دھمکیاں دینے لگے۔ ان ڈاکوؤں کو معلوم تھا کہ محمد افضل اپنی جماعت کے سیکرٹری مال ہیں اسی لیے وہ ان سے چندے کی رقم کا مطالبہ کر رہے تھے۔ جب انہوں نے رقم دینے سے انکار کیا تو ڈاکوؤں نے ان کے بچے کو قتل کر دینے جبکہ ان کی اہلیہ کو اغوا کرنے کی دھمکی بھی دی۔ یہ لوگ بالآخر چندہ کی رقم میں سے ایک لاکھ روپے لے کر فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ اس ڈاکے کے دوران محمد افضل نے قرآن کریم کو ہاتھ میں پکڑ کر ان ڈاکوؤں سے التجا کی کہ وہ چندہ کی اس رقم کو لوٹ کر نہ لے جائیں جس پر ڈاکوؤں نے کہا کہ ’تم ایک مرزائی ہو، تمہارا قرآن کریم سے کوئی بھی تعلق نہیں۔ مرزائیت چھوڑ دو اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔‘

....

ذاتی دشمنی کا بدلہ چکانے کے لئے مذہب کا سہارا

جھانگر حکیم والا، ضلع ننکانہ، 05 دسمبر 2014ء:

یہاں کی لوکل جماعت کے صدر ظہیر عباس کا ایک ایسے شخص کے ساتھ زمین کا تنازعہ چل رہا ہے جو کہ شدید مخالفِ احمدیت ہے۔

اس مقدمہ کی تاریخ 5/دسمبر کے دن طے پائی تھی۔ ظہیر عباس نے عدالت میں درخواست دے رکھی تھی کہ فریقین کے بیانات الگ الگ لئے جائیں۔ جب ظہیر عباس بیان ریکارڈ کروا رہے تھے تو اس اثناء میں فریقِ ثانی مجلسِ ختمِ نبوّت کے ضلعی صدر عبدالماجد کو اس کے چیلے چانٹوں کے ہمراہ لے آیا۔ اس پارٹی نے ظہیر عباس کے حق میں گواہی دینے کے لئے آنے والے شخص کو دھمکایا اور جماعتِ احمدیہ کو گالیاں بھی دیتے ہوئے شرانگیزی کرتے رہے۔

یہ شر پسند جو کہ ختمِ نبوّت کے مقدّس نام پر اپنی ذاتی دشمنیوں کے بدلے اتارتے ہیں ظہیر عباس کو قتل کرنے کی دھمکی بھی دیتے رہے۔ اس پر احمدی دوست اپنے گھر واپس آ گئے اور معاملہ جوں کا توں ہی رہا۔

(باقی آئندہ)

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ: محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم و دلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔

1910ء میں وفات پانے والے بعض صحابہؓ

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 18 دسمبر 2010ء میں مکرم غلام مصباح بلوچ صاحب کا مضمون شائع ہوا ہے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اُن صحابہؓ میں سے چند ایک کا تذکرہ کیا گیا ہے جن کی وفات 1910ء میں ہوئی۔

حضرت حکیم فضل دین صاحب بھیرویؓ

یکے از 313 صحابہ حضرت حاجی حکیم مولوی فضل دین صاحب ولد مکرم کرم الدین صاحب بھیرہ کے رہنے والے تھے اور حضرت خلیفة المسیح الاولؓ کے بچپن کے ساتھیوں میں سے تھے۔ بعثت سے پہلے ہی حضورؑ سے وابستگی تھی۔ حضورؑ کے دعویٰ بیعت کے ساتھ ہی حضور کی غلامی میں آگئے اور اخلاص و وفا میں بہت ترقی کی جس کا ذکر حضرت اقدسؑ نے اپنی بعض کتب میں فرمایا ہے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں: ''از انجملہ اخویم حکیم فضل دین بھیروی ہیں۔ حکیم صاحب ممدوح جس قدر مجھ سے محبت اور اخلاص اور حسن ارادت اور اندرونی تعلق رکھتے ہیں میں اُس کے بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ وہ میرے سچے خیر خواہ اور دلی ہمدرد اور حقیقت شناس مرد ہیں۔ بعد اس کے جو خدا تعالیٰ نے اس اشتہار کے لکھنے کے لئے مجھے توجہ دی اور اپنے الہامات خاصہ سے اُمیدیں دلائیں میں نے کئی لوگوں سے اس اشتہار کے لکھنے کا تذکرہ کیا کوئی مجھ سے متفق الرائے نہیں ہوا۔ لیکن میرے یہ عزیز بھائی بغیر اس کے کہ مَیں ان سے ذکر کرتا خود مجھے اس اشتہار کے لکھنے کے لئے محرّک ہوئے اور اُس کے اخراجات کے واسطے اپنی طرف سے سو روپیہ دیا۔ میں اُن کی فراست ایمانی سے متعجب ہوں کہ اُن کے ارادے کو خدا تعالیٰ کے ارادے سے توارد ہوگیا۔ وہ ہمیشہ در پردہ خدمت کرتے رہتے ہیں اور کئی سو روپیہ پوشیدہ طور پر محض اِبْتِغَآءً لِمَرْضَاتِ اللّٰہ اس راہ میں دے چکے ہیں۔ خدا تعالیٰ انہیں جزائے خیر بخشے''۔

اسی طرح حضور نے اپنی کتاب ''ازالۂ اوہام'' میں آپ کے اخلاص کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ''حِبّی فی اللہ حکیم فضل دین صاحب بھیروی۔ حکیم صاحب اخویم مولوی حکیم نورالدین کے دوستوں میں سے ان کے رنگ اخلاق سے رنگین اور بہت با اخلاص آدمی ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ ان کو اللہ اور رسول سے سچی محبت ہے اور اسی وجہ سے وہ اس عاجز کو خادم دین دیکھ کر حُبّ لِلّٰہ کی شرط بجا لا رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ انہیں دین کی حقانیت کے پھیلانے میں اسی عشق کا وافر حصہ ملا ہے جو تقسیم ازلی سے میرے پیارے بھائی حکیم نورالدین صاحب کو دیا گیا ہے۔ وہ اس سلسلہ کے دینی اخراجات بنظر غور دیکھ کر ہمیشہ اس فکر میں رہتے ہیں کہ چندہ کی صورت پر کوئی ان کا احسن انتظام ہوجائے چنانچہ رسالہ 'فتح اسلام' جس میں معارف دینیہ کی پنج شاخوں کا بیان ہے انہیں کی تحریک اور مشورہ سے لکھا گیا تھا۔ ان کی فراست نہایت صحیح ہے۔ وہ بات کی تہ تک پہنچتے ہیں اور ان کا خیال ظنون فاسدہ سے مصفّٰی اور مزکّٰی ہے۔ رسالہ 'ازالہ اوہام' کے طبع کے ایام میں دوسو روپیہ ان کی طرف سے پہنچا اور ان کے گھر کے آدمی بھی ان کے اس اخلاص سے متأثر ہیں اور وہ بھی اپنے کئی زیورات اس راہ میں محض للہ خرچ کر چکے ہیں۔ حکیم صاحب موصوف نے باوجود ان سب خدمات کے جو ان کی طرف سے ہوتی رہتی ہیں خاص طور پنج روپے ماہواری اس سلسلہ کی تائید میں دینا مقرر کیا''۔

حضرت اقدس کی غلامی میں آنے کے بعد آپ قادیان چلے آئے اور یہیں دُھونی رما کے بیٹھ گئے اور پھر ساری زندگی اس در پر بیٹھے رہے۔ ایک دن آپؓ نے حضورؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ مَیں یہاں نکمّا بیٹھا کیا کرتا ہوں، حکم ہو تو بھیرہ چلا جاؤں، وہاں درس قرآن کریم ہی کروں گا۔ یہاں مجھے بڑی شرم آتی ہے کہ میں حضور کے کسی کام نہیں آتا اور شاید بیکار بیٹھنے میں کوئی معصیت نہ ہو۔ حضورؑ نے فرمایا: **''آپ کا یہاں بیٹھنا ہی جہاد ہے اور یہ بیکاری ہی بڑا کام ہے''۔**

ابتدائی زمانۂ مسیحیت میں ایک دفعہ حضرت حکیم صاحبؓ نے حضرت مسیح موعودؑ سے عرض کیا کہ حضور مجھے قرآن پڑھایا کریں۔ آپؑ نے فرمایا: اچھا۔ وہ چاشت کے قریب مسجد مبارک میں آجاتے اور حضرت صاحب ان کو قرآن مجید کا ترجمہ تھوڑا سا پڑھا دیا کرتے تھے۔ یہ سلسلہ چندروز ہی جاری رہا۔

جو لوگ حضرت اقدس کے ساتھ مباہلہ کے نتیجے میں ہلاک ہوئے ان میں ایک نام غلام دستگیر قصوری کا بھی ہے۔ حضور علیہ السلام نے حضرت حکیم صاحب کو ان کی طرف بطور سفیر روانہ فرمایا تھا۔

ابتدا میں حضرت مسیح موعودؑ براہ راست خود پریس کی نگرانی اور انتظام فرماتے تھے لیکن جب حضرت حکیم فضل دین صاحب بھیروی ہجرت کر کے قادیان تشریف لے آئے تو حضورؑ نے پریس کا انتظام حکیم صاحب کے سپرد کردیا۔ آپؓ کے لئے کام نیا تھا مگر آپؓ کی تاجرانہ فراست اور تجربہ کاری نے جلد اس کام کے مالی پہلوؤں کو سمجھ لیا۔

آپؓ بہت ہی متحمل مزاج اور سیر چشم واقعہ ہوئے تھے مگر پریس کے چند پرانے ملازمین کے لئے چشم پوشی کا پیمانہ لبریز ہوگیا تو نہایت افسوس کے ساتھ حضورؑ کی خدمت میں حاضر ہوکر شکایت کی۔ حضورؑ نے نہایت توجہ سے ساری روداد سن کر فرمایا: ''حکیم صاحب! باہمیں مردمان بباید ساخت۔ دوسرے بھی تو آدمی ہی ہوں گے۔ اگر یہ کسی اعلیٰ درجہ کے کام کے اہل ہوتے تو یہ کام ہی کیوں کرتے۔ یہ کئی برسوں سے میرے پاس کام کرتے آئے ہیں۔ آخر کام ہوتا ہی آیا ہے۔ یہ پرانے لوگ ہیں آپ چشم پوشی سے کام لیا کریں''۔ حضورؑ کے ارشاد سے سننے والوں کے ایمان میں بھی ترقی ہوئی اور حکیم صاحب کو جو سبق حاصل ہوا اُس نے مدة العمر انہیں شکایت کرنے سے باز رکھا۔

حضرت حکیم صاحبؓ نے تین شادیاں کیں۔ آپ کی پہلی دو بیویاں بے اولاد تھیں لہٰذا حضورؑ نے خود آپؓ کے تیسرے رشتہ کی تجویز فرمائی اور اس سلسلہ میں حضرت میاں شادی خانصاحبؓ سیالکوٹی (یکے از 313 صحابہ۔ وفات 19 مارچ 1928ء) کو تحریر فرمایا: ''محبی اخویم حکیم فضل دین صاحب باوجود دو شادیوں کے اب تک بے اولاد ہیں ......آپ کو معلوم ہے کہ کس قدر وہ شریف اور صالح ہیں اور متقی، حافظ قرآن اور علم دین میں خوب ماہر ہیں اور واقعی مولوی ہیں۔ علاوہ ان تمام امور کے دنیوی جمعیت رکھتے ہیں، صاحب املاک و جائداد ہیں''۔

حضرت سردار عبدالرحمٰن صاحب سابق مہر سنگھ بیان کرتے ہیں کہ طاعون کے ایام میں ایک روز حکیم صاحب کو بخار ہوگیا۔ میں نے حضور علیہ السلام کو اطلاع دی کہ حکیم فضل دین صاحب بہت گھبرا رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ مجھے طاعون ہوگئی ہے۔ حضورؑ نے فرمایا کہ: ''ہمارے گھر میں تو اب بالکل جگہ نہیں ہے۔ چھوٹے سے گھر میں کئی خاندان گزر کر رہے ہیں، آپ ان کو کہیں کہ مسجد مبارک بھی ہمارے دار ہی میں شامل ہے، اس میں آکر ڈیرہ لگالیں''۔ میں اُسی وقت حکیم صاحب کا بستر وغیرہ خود اٹھا کر مسجد مبارک میں لے آیا۔ وہ آکر لیٹ رہے۔ قریباً عشاء کے وقت وہ سوگئے۔ صبح کو بخار کا نام و نشان نہ رہا اور حکیم صاحب تندرست ہوگئے۔ یہ حضورؑ کے احیاء موتیٰ کی ایک اور مثال ہے۔

حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کی عیادت کے لیے 1888ء میں حضور علیہ السلام جموں تشریف لے گئے تھے۔ اس بیماری کی اطلاع حضرت اقدسؑ کی خدمت میں حضرت حکیم صاحبؓ نے ہی دی تھی۔

حضرت حکیم فضل دین صاحبؓ بھیروی حضورؑ کے کتب خانہ کے مہتمم اور سپرنٹنڈنٹ مدرسہ احمدیہ بھی رہے۔ اس کے علاوہ لنگر خانہ حضرت مسیح موعودؑ کا کام آپ کے سپرد تھا۔ آپ نے 8؍اپریل 1910ء کو وفات پائی اور بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن ہوئے۔ ابتدائی موصیان میں سے تھے۔ وصیت نمبر 42 تھا۔

حضرت سید احمد علی شاہ صاحبؓ

ضلع سیالکوٹ کے ایک گاؤں ''مالومہے'' کے تین بھائیوں حضرت سید خصیلت علی شاہ صاحب، حضرت سید امیر علی شاہ صاحب اور حضرت سید احمد علی شاہ صاحب کو حضرت مسیح موعودؑ کے کبار صحابہؓ میں شامل ہونے کا شرف حاصل ہے۔ تینوں بھائیوں کے نام حضورؑ نے 'انجام آتھم' میں 313 صحابہ کی فہرست میں درج فرمائے ہیں۔

رجسٹر بیعت اولیٰ کے مطابق حضرت سید احمد علی شاہ صاحب ولد سید ہدایت علی شاہ صاحب نے 20 فروری 1892ء کو بیعت کی توفیق پائی۔

7 مارچ 1907ء کو حضور کو الہام ہوا: پچیس دن یا یہ کہ پچیس دن تک۔ جس سے تفہیم ہوئی کہ آئندہ پچیس دنوں تک جو 31 مارچ تک بنتے ہیں کوئی نیا واقعہ ظاہر ہونے والا ہے۔ چنانچہ 31 مارچ 1907ء کو آسمان سے ایک شہاب ثاقب قریباً 3 بجے دوپہر ٹوٹا جو ملک میں ہر جگہ دیکھا گیا۔ حضور نے اپنی الہامی پیشگوئی کا ذکر اپنی کتاب 'حقیقة الوحی' میں کرتے ہوئے پچاس سے زائد گواہیاں بھی درج فرمائی ہیں جو بذریعہ خطوط حضور اقدسؑ کو موصول ہوئیں، اس میں پہلی درج گواہی حضرت شاہ صاحبؓ ہی کی ہے۔

آپ کی وفات کی اطلاع اخبار 'الحکم' 7 فروری 1910ء میں شائع ہوئی ہے۔

حضرت میاں قطب الدین خان صاحبؓ

یکے از 313 صحابہ حضرت میاں قطب الدین خاں صاحب مس گر امرتسر ولد میاں شیر محمد خاں صاحب قوم افغان امرتسر کے ابتدائی چند احمدیوں میں سے تھے۔ آپ نے 1891ء میں احمدیت قبول کی۔ رجسٹر بیعت اولیٰ میں آپ کی بیعت کا اندراج 172 نمبر پر موجود ہے۔

حضرت اقدسؑ کی کتاب 'نزول المسیح' میں آپؓ کا نام حضورؑ کے بعض نشانات کے گواہ کے طور پر درج ہے۔ 'کتاب البریہ' میں بھی مقدمہ پادری ہنری مارٹن کلارک کے ضمن میں عبدالحمید نامی شخص کے بیان میں جو حضورؑ کے مرید قطب الدین کا ذکر ہے، وہ آپ ہی ہیں۔ نیز حضورؑ نے اپنی کتاب 'انجام آتھم' میں بیان کردہ اپنے 313 صحابہ میں آپؓ کا نام انیسویں نمبر پر درج فرمایا ہے۔

حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی لنگرخانہ قادیان کی ابتدائی تاریخ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضورؑ کے زمانہ میں جب دیگیں خریدنے کی ضرورت پیش آئی تو یہ مستری قطب الدین صاحب امرتسری مسگر کے ذریعہ خریدی جاتی تھیں۔

آپؓ نے اپریل 1910ء میں وفات پائی۔

آپ کے ایک بیٹے محترم محمد ابراہیم خان صاحب مس گر نے 22 فروری 1931ء کو بعمر 52 سال وفات پائی، وہ موصی (وصیت نمبر 3101) تھے۔ اسی طرح ایک پوتے مکرم بابو نور احمد خان صاحب کی وفات کا ذکر اخبار الفضل 22 جنوری 1957ء صفحہ 6 پر موجود ہے۔

حضرت مولوی محمد صادق صاحبؓ

حضرت مولوی محمد صادق صاحب ولد مولوی محمد عبداللہ صاحب موضع سرگال ضلع گورداسپور کے رہنے والے تھے۔ پنجاب یونیورسٹی لاہور سے مولوی فاضل اور منشی فاضل کا امتحان پاس کیا اور 1890ء میں حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ (جو اُن دنوں ریاست جموں و کشمیر کے شاہی طبیب تھے) کی سفارش سے ریاست جموں کے ہائی سکول میں فارسی کے مدرّس مقرر ہوئے۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ بھی ان دنوں اسی سکول میں مدرس تھے۔ جموں میں ہی حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب 'فتح اسلام' پہنچی جو آپ نے اور حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ نے مل کر پڑھی جس کے بعد حضرت مفتی صاحبؓ نے 31؍جنوری 1891ء کو قادیان جا کر بیعت کرلی۔ اگلے سال حضرت مفتی صاحب کے ہمراہ حضرت مولوی محمد صادق صاحبؓ اور حضرت خان بہادر غلام محمد خان صاحبؓ گلگتی (وفات 26؍ جون 1956ء مدفون بہشتی مقبرہ ربوہ) نے بھی قادیان آکر 20؍جنوری 1892ء کو بیعت کرنے کی سعادت پائی۔ آپؓ کی بیعت کا اندراج رجسٹر بیعت اولیٰ میں درج ہے۔

ابھی آپؓ بیعت کے بعد قادیان میں ہی قیام پذیر تھے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے جنوری 1892ء ہی میں لاہور کا سفر اختیار فرمایا۔ چنانچہ آپؓ کو بھی حضور علیہ السلام کی ہمرکابی کا شرف حاصل ہوا۔ لاہور ایک دو دن ٹھہر کر آپؓ جمّوں چلے گئے۔

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی بعض تحریرات میں آپ کا ذکر بھی محفوظ ہے۔ گورنمنٹ کے نام اپنے دو اشتہاروں میں حضور نے اپنی جماعت کے اسماء بطور نمونہ پیش کئے ہیں۔ آپ کا نام ''آریہ دھرم'' و ''کتاب البریہ'' دونوں کی اسماء کی فہرستوں میں درج ہے۔ جون 1897ء میں ملکہ وکٹوریہ کی ساٹھ سالہ جوبلی منائی گئی۔ اس سلسلے میں قادیان میں بھی ایک جلسہ ڈائمنڈ جوبلی 20 تا 22 جون 1897ء منعقد ہوا جس کی کارروائی ''جلسہ احباب'' کے نام سے شائع ہوئی۔ شاملین جلسہ میں آپ کا نام بھی 39 ویں نمبر پر درج ہے۔

کتاب 'سراج منیر' میں حضور نے 'فہرست آمدنی چندہ برائے طیاری مہمان خانہ و چاہ وغیرہ' عنوان کے تحت چندہ دینے والوں کے نام لکھے ہیں۔ حضرت مولوی محمد صادق صاحبؓ کا نام 41 ویں نمبر پر درج ہے۔

آپ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کے قریبی

دوستوں میں سے تھے۔ ایک ہی سکول میں مدرس تھے۔ اخبارالحکم کی اشاعت کو وسیع کرنے کی تحریک ہوئی تو حضرت مفتی صاحبؓ نے آپؓ کے نام اخبار لگوادیا۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب جموں میں ملازمت کے دور کی ایک روایت بیان کرتے ہیں کہ جب کتاب 'ازالۂ اوہام' شائع ہوئی تو اس میں حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے مریدین کے نام بھی لکھے تھے اور اس میں میرا نام بھی نمبر 66 پر تھا۔ تب حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ نے جو ہمیں ہر رنگ میں ترقی کرنے کی تحریص دلایا کرتے تھے مجھے مخاطب کرکے فرمایا کہ مفتی صاحب! آپ کا نام تو نمبر 66 پر ہے۔ کیا اتنے نمبر پر بھی کوئی پاس ہوسکتا ہے؟ تب مولوی محمد صادق صاحبؓ نے عرض کی کہ فیل ہونے والوں کے تو نام نہیں شائع ہوئے صرف پاس ہونے والوں کے نام شائع ہوا کرتے ہیں۔ اس پر حضرت مولوی صاحبؓ تبسم کرکے خاموش ہورہے۔

مارچ 1910ء میں حضرت مولوی محمد صادق صاحبؓ نے جموں میں وفات پائی۔ آپ کی وفات پر حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ نے لکھا: ''ہمارے ایک پرانے دوست جناب مولوی محمد صادق صاحب پروفیسر پرنس آف ویلز کالج جموں قریباً 45 سال کی عمر میں جموں میں ہی وفات پاگئے۔ مرحوم پنجاب یونیورسٹی کے مولوی فاضل و منشی فاضل تھے اور 1890ء میں ...... جموں میں ملازم ہوئے تھے۔ آپؓ اپنی وسعت کے مطابق خدمات دینی میں حصہ لیتے تھے۔ آپ کے ضعیف باپ اور چھوٹے بچوں کے واسطے یہ صدمہ بہت سخت ہے۔

صاحبزادہ مرزا حمید احمد صاحب

19/اگست 1910ء کو حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے کے صاحبزادے مرزا حمید احمد صاحب نے سوا دو سال کی عمر میں وفات پائی اور بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن ہوئے۔

حضرت جنت بی بی صاحبہؓ

حضرت جنت بی بی صاحبہ اہلیہ حضرت ماسٹر ماموں خانصاحب (وفات 21/اپریل 1961ء بہشتی مقبرہ ربوہ) حضرت مسیح موعودؑ کی قبولیت دعا کا ایک نشان تھیں جسے دیکھ کر حضرت ماسٹر صاحب کا باقی گھرانہ بھی مخالفت چھوڑ کر احمدی ہوگیا۔ اس نشان کی تفصیل حضرت ماسٹر صاحبؓ یوں بیان فرماتے ہیں کہ اتفاقاً حضرت جنّت بی بی صاحبہ کو دق کی مرض ہوگئی۔ میرے والدین سلسلہ کے سخت مخالف تھے انہوں نے مجھے طعنے دینے شروع کئے کہ دیکھا احمدی ہونے کی سزا تجھے مل گئی اور تیری بیوی کو دق کی مرض ہوگئی۔ مَیں نے اس بات کا ذکر حضرت مسیح موعودؑ سے کیا تو حضورؑ نے فرمایا: بار بار دعا کے لئے مجھے یاد کراؤ انشاء اللہ صحت ہو جائے گی اور تمہارے والدین بھی تم سے خوش ہوجائیں گے۔ خدا ان کو بھی ایمان نصیب کرے گا میں دعا کروں گا۔

چنانچہ میں دعا کے لئے روزانہ رقعہ پیش کر دیتا تھا میری بیوی حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے زیر علاج تھی۔ خدا کے فضل سے اس کو اس موذی مرض سے صحت ہوگئی اور حضرت اقدسؑ کی دعاؤں کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک لڑکا عطا فرمایا جس کا نام عبدالرحمٰن خان شاہد ہے...... میرے والد صاحب بھی سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو گئے اور احمدیت پر ہی ان کی وفات ہوئی۔

آپ میاں بیوی دونوں کفایت شعار اور قناعت پسند تھے۔ حضورؑ کی زندگی میں تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان میں ڈرل ماسٹر کی ضرورت ہوئی تو حضرت ماموں خان صاحبؓ نے بھی اپنے آپ کو پیش کیا۔ اس وقت سکول کے پریذیڈنٹ حضرت مولوی محمد علی صاحب نے پوچھا کہ تم کم سے کم کیا تنخواہ لوگے؟ آپؓ نے کہا کہ میرا اور میری بیوی کا خرچ خوراک 20 روپے ماہوار ہے اگر یہ دے دیا جائے تو میں حاضر ہو جاتا ہوں۔ (اصل گریڈ 45 روپے ماہوار تھا)۔ چنانچہ فوراً ایک ریزولیوشن پاس کرکے آپ کو اطلاع دی اور آپ قادیان آگئے۔

حضرت جنت بی بی صاحبہؓ نے 5 مارچ 1910ء کو وفات پائی۔ آپؓ کا یادگاری کتبہ بہشتی مقبرہ قادیان میں لگا ہوا ہے۔

حضرت احمد بی بی صاحبہؓ

حضرت شیخ علی محمد صاحبؓ (وفات 17/دسمبر 1915ء۔ مدفون بہشتی مقبرہ قادیان) ڈنگہ ضلع گجرات کے رہنے والے تھے جن کی بیٹی حضرت زینب بی بی صاحبہ کی شادی حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانیؓ کے ساتھ ہوئی۔ حضرت زینب بی بی صاحبہؓ کی چھوٹی بہن حضرت احمد بی بی صاحبہ نے 7 نومبر 1910ء کو بعمر پندرہ سال وفات پائی اور بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن ہوئیں۔ آپ شادی شدہ نہیں تھیں۔

مائی مہرو صاحبہؓ

مہرو بی بی صاحبہ بیوہ صلاح الدین صاحب سیکھواں ضلع گورداسپور کی رہنے والی تھیں۔ ایک غریب اور ناخواندہ عورت تھیں اور حضرت مسیح موعودؑ کے گھر میں بطور خادمہ کام کرتی تھیں۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے گھر میں ایک خادمہ عورت مہرو رہتی تھی۔ وہ بیچاری گاؤں کی رہنے والی تھی اور اُن الفاظ کو نہ سمجھتی تھی جو ذرا زیادہ ترقی یافتہ تمدن میں مستعمل ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایک دفعہ حضرت صاحب نے اسے فرمایا کہ ایک خلال لاؤ۔ وہ گئی اور ادویہ کوٹنے والا پتھر کا کھرل اُٹھا لائی جسے دیکھ کر حضرت صاحب بہت ہنسے۔ اسی طرح ایک دفعہ میاں غلام محمد کاتب امرتسری نے دروازہ پر دستک دی اور کہا کہ حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کرو کہ کاتب آیا ہے۔ یہ پیغام لے کر وہ حضرت صاحب کے پاس گئی اور کہنے لگی کہ حضور قاتل دروازے پر کھڑا ہے اور بلاتا ہے۔ حضرت صاحب بہت ہنسے۔

محترمہ مہرو بی بی صاحبہؓ بفضل اللہ تعالیٰ نظام وصیت میں شامل تھیں (وصیت نمبر 124)۔ 21 مئی 1910ء کو قادیان میں وفات پائی اور بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن ہونے کی سعادت پائی۔

ان بزرگان کے علاوہ جن متوفیان کو بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن ہونے کی سعادت ملی، ان میں مکرم غلام حسن صاحب ابن حضرت چوہدری حاکم علی صاحبؓ چک پنیار (وفات 18 مارچ 1910ء بعمر 15 سال۔ باجازت حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ بہشتی مقبرہ میں دفن کیے گئے)۔ محترمہ حسن بی بی صاحبہ زوجہ محترم محمد رمضان صاحب (وفات 15/اپریل 1910ء بعمر 60 سال)۔ محترمہ سعیدہ بنت حضرت پیر افتخار احمد صاحبؓ (وفات 20 دسمبر 1910ء بعمر 18 سال) اور مکرم مولوی بدرالدین صاحب ضلع ہوشیارپور (وفات 15 ستمبر 1910ء۔ آپ کا یادگاری کتبہ بہشتی مقبرہ قادیان میں لگا ہوا ہے۔)۔

انٹرویو: مکرم محمد بدر بادو صاحب

مجلس خدام الاحمدیہ برطانیہ کے رسالہ ''طارق'' فروری 2010ء میں مکرم محمد بدر بادو صاحب کا انٹرویو شائع ہوا ہے۔ آپ کا تعلق گھانا سے ہے اور اپنی فیملی کے ہمراہ لمبے عرصہ سے کرائیڈن (لندن) میں مقیم ہیں۔

مکرم محمد بدر بادو صاحب اپنی قبولِ احمدیت کے بارہ میں بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ 1991ء میں جب میری عمر 14 سال تھی تو مجھے یہ خیال آیا کہ زندگی میں حاصل کی جانے والی کامیابیوں کا دارومدار خدا تعالیٰ کی عطا کردہ طاقتوں کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ چنانچہ مَیں نے اپنی زندگی کا نصب العین دو امور کو قرار دے لیا۔ اوّل یہ کہ دوسروں کے لئے ہمدردی اور رحمدلی کا جذبہ اور دوم سچائی پر قائم ہوجانا۔

1995ء میں مَیں نے اپنے نصب العین کو ساتھ لے کر یونیورسٹی میں قدم رکھا تو میرا خیال تھا وہاں اپنے چند ہم خیال دوستوں کو اکٹھا کرلوں گا لیکن عملاً یہ ہوا کہ مَیں ہی دوسروں سے الگ تھلگ نظر آنے لگا اور ان حالات میں مجھے ڈپریشن ہونے لگا۔ جھوٹ اور خودغرضی کی شکار دنیا نے مجھے زندگی گزارنے کی امنگ سے ہی محروم کردیا۔ چنانچہ ایک دو سال میں مَیں نے عوام میں مساوات کی دعویدار 'سوشلسٹ ورکر پارٹی' میں شمولیت کرلی۔ لیکن عملاً جب پارٹی کارکنان کے باہمی حسد اور عداوت کو دیکھا تو جلد ہی اس پارٹی سے بھی علیحدگی اختیار کرلی۔

اس عرصہ میں میرے ایک احمدی دوست عمران نے میری ناگوار ذہنی حالت کو قریب سے دیکھا تو مجھے احمدیت سے بھی متعارف کروایا۔ ایک عیسائی ہونے کے ناطے میرے لئے احمدیت میں دلچسپی اسی بات نے پیدا کردی کہ اس کے بانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوسری بعثت کا دعویٰ کیا تھا۔ عمران کے پروگرام بنالینے پر مَیں نے مجبوراً جلسہ سالانہ میں بھی شرکت کی اور اس دوران عمران کی فیملی سے بھی ملاقات ہوئی۔ جلسہ کے دوسرے روز عمران کی والدہ نے (عمران کے منع کرنے کے باوجود) مجھے گزشتہ رات کی اپنی ایک خواب سنائی جس میں وہ مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصویر دکھا رہی ہیں اور احمدیت کے بارہ میں کچھ باتیں بتا رہی ہیں۔ عمران کی والدہ نے بتایا کہ خواب کے مطابق مَیں احمدیت قبول کرلوں گا۔ یہ سن کر مَیں نے اُن کا شکریہ ادا کیا تو اُن کے اس جواب نے مجھے حیران کردیا کہ میرا شکریہ نہ ادا کرو کیونکہ یہ خبر تو اللہ تعالیٰ نے مجھے دی ہے۔ بہرحال جلسہ سالانہ کے موقع پر دنیا کے مختلف خطّوں سے تعلق رکھنے والے احمدیوں سے میری ملاقات ہوئی تو اُن کے دلائل سن کر مَیں نے بھی اگلے ہی روز احمدیت قبول کرلی۔

احمدیت قبول کرنے سے بہت سال قبل مَیں نے غیراحمدی مُلّاؤں کو اُن یہودی علماء کے مماثل محسوس کیا تھا جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بہت دکھ دیئے تھے۔ احمدی ہونے کے بعد مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب پڑھنی شروع کیں تو میرا خدا تعالیٰ سے تعلق مضبوط ہونے لگا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میرے دل میں پیدا ہونا شروع ہوگئی۔ احمدیت کے طفیل خدا تعالیٰ نے مجھ پر دنیاوی افضال بھی کئے۔ چنانچہ مَیں نے بھی شرطِ بیعت کے مطابق ہمیشہ دین کو دنیا پر مقدّم رکھا اور کبھی دنیاوی فوائد کی پرواہ نہیں کی۔ خدا تعالیٰ کے انعامات کے حوالہ سے مجھے کسی آیت کی تفسیر میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے اُس ارشاد کا خیال آتا ہے کہ ''اگر تم خدا تعالیٰ کے کاموں کی پرواہ کروگے تو وہ تمہاری ضروریات کا خیال اس طرح رکھے گا کہ تم اس کا ادراک بھی نہ کرسکوگے''۔

میرے والدین غانین ہونے کی وجہ سے احمدیت کے بارہ میں پہلے سے جانتے تھے لیکن میرے قبول احمدیت کے بعد انہوں نے میری مخالفت کی جس میں اُس وقت شدّت آگئی جب مَیں نے کرائیڈن ٹاؤن سینٹر میں تبلیغ کرنا شروع کی۔ پھر خوابوں کے نتیجہ میں جب مَیں نے پاکستان جاکر شادی کرنے کا فیصلہ کیا تو یہ بات بھی میرے والدین کو بہت ناگوار گزری۔ تاہم اس سارے عرصہ میں میرے احمدی بھائیوں نے ہمیشہ میرا بہت خیال رکھا۔ میرے خاندان اور میرے دوستوں نے بھی ابتدا میں میرے احمدی ہونے پر ناراضی کا اظہار کیا تھا لیکن جب انہوں نے مجھ میں مثبت تبدیلیاں دیکھیں تو میرا احمدی ہونا قبول کرلیا۔ تاہم میری اصل طاقت وہ تھی جو خدا تعالیٰ نے عطا فرمائی تھی اور یہ اُس سے تعلق مضبوط ہونے سے ہی حاصل ہوئی تھی جو قبول احمدیت کے بعد نیک نیّتی سے کی جانے والی طویل عملی جدوجہد کا نتیجہ بھی ہے۔ نومبائعین کے اجتماعات بھی اس کا اہم ذریعہ ہیں۔

نواحمدیوں کو میری نصیحت ہے کہ وہ اپنے ایمان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق کی بنیاد بنالیں اور دوسروں کے عمل سے کبھی نہ جوڑیں۔ دعا کرنا، قرآن کریم اور حضرت مسیح موعودؑ کی کتب پڑھنا اس کے لئے بہت مفید ہے۔ اسی طرح وہ لوگ جو سچائی کی تلاش میں ہیں اگر وہ اپنے ساتھ دیانتدار ہیں تو یقیناً کامیاب ہوجائیں گے۔ ایک خاتون سے میری ملاقات ہوئی جو اپنے بیٹے کے قبولِ اسلام پر بہت دل گرفتہ تھی۔ میرے پوچھنے پر اُس نے بتایا کہ اُسے اسلام کے بارہ میں تمام معلومات عیسائیوں نے ہی دی ہیں۔ مَیں نے اُسے خود مطالعہ کرنے کا مشورہ دیا تو اُس کا جواب تھا کہ وہ مسلمان نہیں ہونا چاہتی۔ گویا اُس کے لئے صداقت کی تلاش کی نسبت اُس کی اپنی خواہشات زیادہ مقدّم تھیں۔ بلاشبہ سچائی بہت قیمتی چیز ہے اور بڑی قربانی پیش کئے بغیر اِسے حاصل نہیں کیا جاسکتا۔

"Real Revolution"

مجلس خدام الاحمدیہ امریکہ کے سہ ماہی رسالہ ''مجاہد'' (ایڈیشن برائے بہار 2010ء) میں شامل اشاعت ایک خبر میں بتایا گیا ہے کہ ستمبر 2007ء میں مجلس خدام الاحمدیہ امریکہ نے "Real Revolution" کے نام سے ایک ہفتہ وار ریڈیو پروگرام کا آغاز کیا۔ اس پروگرام میں فون کے ذریعہ سامعین بات چیت میں براہ راست شامل ہوسکتے ہیں۔ نیز e-mail کے ذریعہ موصول ہونے والے سوالات کے جوابات بھی دیئے جاتے ہیں۔ اس پروگرام میں ہر قسم کے مسائل زیر بحث آتے ہیں جن کے بارہ میں بہت سے ذی علم مہمان سٹوڈیوز میں تشریف لاکر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 7 جنوری 2011ء میں مکرم عبدالصمد قریشی صاحب کی ایک نظم بعنوان ''میرے سچ کی گواہی'' شائع ہوئی ہے۔ اس نظم میں سے انتخاب پیش ہے:

چاہت کی یہ رُوداد رقم ہو کے رہے گی
اک روز ختم شامِ اَلم ہو کے رہے گی
ہوجائیں گے سب دُور غمِ ہجر کے سائے
دیوانوں پہ اب نظرِ کرم ہو کے رہے گی
کب تک کوئی روکے گا محبت کی ہوا کو
نفرت کی یہ دیوار ختم ہو کے رہے گی
رکھو گے کہاں تک اسے پابندِ سلاسل
اک روز تو توقیرِ قلم ہو کے رہے گی
سینچا ہے اسے ہم نے سدا خونِ جگر سے
یہ خاکِ وطن دیکھنا نَم ہو کے رہے گی
یہ میرا لہو دے گا میرے سچ کی گواہی
خوشبو میری ہر دَور میں ضَم ہو کے رہے گی

Muslim Television Ahmadiyya
Weekly Programme Guide
February 13, 2015 – February 19, 2015

Please Note that programme and timings may change without prior notice. All times are given in Greenwich Mean Time.
For more information please phone on +44 20 8877 5529 or +44 20 8877 5530

Friday February 13, 2015

00:05 World News
00:25 Tilawat & Dars-e-Hadith
00:55 Yassarnal Quran
01:20 Reception By Lord Provost Of Glasgow: Recorded on March 07, 2009.
02:30 Spanish Service
03:10 Pushto Muzakarah
03:45 Tarjamatul Quran Class: Recorded on February 24, 1998.
05:00 Liqa Maal Arab
06:00 Tilawat & Dars-e-Hadith
06:35 Yassarnal Quran
06:55 Peace Conference: Recorded on March 21, 2009.
08:20 Siraiki Service
08:40 Rah-e-Huda
10:20 Indonesian Service
11:30 Deeni-O-Fiqahi Masail
12:10 Tilawat
12:35 MTA Variety
12:30 Live Transmission From Baitul Fatuh
13:00 Live Friday Sermon
14:00 Live Transmission From Baitul Fatuh
14:35 Shotter Shondane
15:50 Dua-e-Mustajaab
16:20 Friday Sermon [R]
17:35 Yassarnal Quran
18:00 World News
18:20 Peace Conference: Recorded on March 21, 2009.
19:20 Open Forum
19:50 MTA Variety
20:25 Deeni-O-Fiqahi Masail
21:00 Friday Sermon [R]
22:20 Rah-e-Huda

Saturday February 14, 2015

00:00 World News
00:15 Tilawat & Dars-e-Hadith
00:45 Yassarnal Qur'an
01:05 Peace Conference: Recorded on March 21, 2009.
02:10 Friday Sermon: Recorded on February 13, 2015.
03:20 Rah-e-Huda
04:55 Liqa Maal Arab
06:00 Tilawat & Dars-e-Malfoozat
06:30 Al-Tarteel
07:00 Atfal Ijtema Germany Address: Recorded on September 16, 2011.
08:00 International Jama'at News
08:30 Story Time
08:50 Question And Answer session: Recorded on May 20, 1995.
10:10 Indonesian Service
11:15 Friday Sermon [R]
12:25 Tilawat: Recitation of the Holy Quran.
12:40 Al-Tarteel
13:00 Live Intikhab-e-Sukhan: Live poem request programme.
14:00 Shotter Shondane
15:05 MTA Variety
16:00 Live Rah-e-Huda
17:30 Al-Tarteel
18:00 World News
18:25 Atfal Ijtema Germany Address [R]
19:30 Faith Matters
20:30 International Jama'at News
21:00 Rah-e-Huda
22:30 Story Time
22:50 Friday Sermon [R]

Sunday February 15, 2015

00:05 World News
00:25 Tilawat & Dars-e-Malfoozat
00:55 Al-Tarteel
01:25 Atfal Ijtema Germany Address [R]
02:30 Story Time
02:50 Friday Sermon: Recorded on February 13, 2015.
04:05 Aadab-e-Zindagi
04:55 Liqa Maal Arab
06:00 Tilawat
06:20 Yassarnal Quran
06:40 Gulshan-e-Waqf-e-Nau Nasirat: Recorded on January 27, 2013.
07:55 Faith Matters
08:50 Question And Answer Session: Recorded on November 29, 1997.
10:00 Indonesian Service
11:00 Friday Sermon: Spanish translation of Friday sermon delivered on January 17, 2014.
12:00 Tilawat & Dars-e-Hadith
12:35 Yassarnal Qur'an
13:00 Friday Sermon: Recorded on February 13, 2015.
14:10 Shotter Shondhane
15:10 Gulshan-e-Waqf-e-Nau Nasirat [R]
16:25 Ashab-e-Ahmad
17:15 Kids Time
17:45 Yassarnal Qur'an
18:10 World News
18:30 Gulshan-e-Waqf-e-Nau Nasirat [R]
19:45 Faith Matters
20:40 Roots To Branches
21:10 MTA Variety
21:50 Friday Sermon: Recorded on February 13, 2015.
23:00 Question And Answer Session [R]

Monday February 16, 2015

00:10 World News
00:25 Tilawat & Dars-e-Hadith
01:10 Yassarnal Quran
01:35 Gulshan-e-Waqf-e-Nau Nasirat [R]
02:50 MTA Variety
03:25 Roots To Branches
03:55 Friday Sermon [R]
05:00 Liqa Maal Arab
06:00 Tilawat & Dars-e-Hadith
06:30 Al-Tarteel
06:50 Mulaqa'at With Students: Recorded on May 04, 2009.
08:00 International Jamaat News
08:35 Ilmul Abdaan
09:00 Rencontre Avec Les Francophones: Recorded on December 08, 1997.
10:00 Friday Sermon: Indonesian translation of Friday sermon delivered on October 24, 2014.
11:05 MTA Variety
12:00 Tilawat & Dars-e-Hadith
12:35 Al-Tarteel
13:00 Friday Sermon: Recorded on May 01, 2009.
14:05 Bangla Shomprochar
15:10 MTA Variety
16:00 Rah-e-Huda
17:30 Al-Tarteel
18:00 World News
18:25 Mulaqa'at With Students [R]
19:40 Somali Service
20:30 Rah-e-Huda
22:00 Friday Sermon: Recorded on May 01, 2009.
23:10 MTA Variety

Tuesday February 17, 2015

00:00 World News
00:20 Tilawat & Dars-e-Hadith
01:00 Al-Tarteel
01:25 Mulaqa'at With Students [R]
02:40 Kids time
03:05 Friday Sermon: Recorded on May 01, 2009.
04:15 MTA Variety
04:50 Liqa Maal Arab: Session no. 433.
06:00 Tilawat & Dars Majmooa Ishteharaat
06:30 Yassarnal Quran
06:40 Gulshan-e-Waqf-e-Nau Nasirat [R]
07:55 Alif Urdu
08:15 Australian Service
08:40 Question And Answer Session: Recorded on November 29, 1997.
09:45 Indonesian Service
10:45 Friday Sermon: Sindhi translation of Friday sermon delivered on February 13, 2015.
11:50 Tilawat & Dars Majmooa Ishteharaat
12:20 Yassarnal Quran
12:35 MTA Variety
13:00 MTA Variety
13:30 Shotter Shondane
14:30 Spanish Service
15:00 Alif Urdu
15:25 Press Point
16:25 Noor-e-Mustafwi
17:00 Yassarnal Qur'an
17:30 World News
17:55 Gulshan-e-Waqf-e-Nau Nasirat [R]
19:05 Friday Sermon: Arabic translation of Friday sermon delivered on February 13, 2015.
20:05 Alif Urdu
20:35 Press Point
21:35 MTA Variety
22:35 Question And Answer Session [R]

Wednesday February 18, 2015

23:45 World News
00:00 Tilawat & Dars Majmooa Ishteharaat
00:30 Yassarnal Quran
00:40 Gulshan-e-Waqf-e-Nau Nasirat [R]
01:55 Alif Urdu
02:25 MTA Variety
02:55 Press Point
03:55 Aadab-e-Zindagi
04:45 Liqa Maal Arab
06:00 Tilawat & Dars-e-Hadith
06:30 Al-Tarteel
06:50 Lajna Ijtema Address: Recorded on September 17, 2011.
08:05 MTA Variety
09:00 Question And Answer Session: Recorded on May 20, 1995.
10:00 Indonesian Service
11:00 Friday Sermon: Swahili translation of Friday sermon delivered on February 13, 2015.
12:05 Tilawat: Recitation of the Holy Quran.
12:20 Al-Tarteel
12:40 Friday Sermon: Recorded on May 01, 2009.
14:00 Shotter Shondane
15:05 Deeni-O-Fiqahi Masail
15:45 Kids Time
16:15 Faith Matters
17:20 Al-Tarteel
17:45 World News
18:10 Lajna Ijtema Address [R]
19:25 French Service: Horizons d'Islam
20:25 Deeni-O-Fiqahi Masail
21:40 Friday Sermon: Recorded on May 01, 2009.
23:00 Intikhab-e-Sukhan

Thursday February 19, 2015

00:15 World News
00:35 Tilawat: Recitation of the Holy Quran.
00:50 Al-Tarteel
01:10 Lajna Ijtema Address [R]
02:25 Deeni-o-Fiqahi Masail
03:00 MTA Variety
03:55 Faith Matters
04:45 Liqa Maal Arab: Recorded on August 04, 1999.
06:00 Tilawat & Dars Majmooa Ishtihirat
06:50 Yassarnal Quran
07:10 Reception Of Noor Mosque: Recorded on December 19, 2009.
08:10 Beacon Of Truth
09:10 Tarjamatul Quran Class: Recorded on February 25, 1998.
10:05 Indonesian Service
11:05 Japanese Service
12:10 Tilawat
12:30 Yassarnal Quran
13:00 Beacon Of Truth
14:00 Friday Sermon [R]
15:05 Seerat-un-Nabi
15:45 Alif Urdu
16:05 Persian Service
16:40 Tarjamatul Quran Class [R]
17:45 Yassarnal Qur'an
18:00 World News
18:30 Reception By Lord Provost Of Glasgow
19:30 Live German Service
20:00 German Service
20:35 Faith Matters
21:45 Kasre Saleeb
22:20 Aadab-e-Zindagi
23:00 Beacon Of Truth

Please note MTA2 will be showing French service at 16:00 & German service at 17:00 (GMT).

Al Fazl International Weekly, London

TAHIR HOUSE - 22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@alislam.org

Vol 22 | Friday 06 February , 2015 | Issue No. 06

جماعت احمدیہ گھانا کے 83 ویں عظیم الشان جلسہ سالانہ 2015ء کا بابرکت اور کامیاب انعقاد

صدر مملکت گھانا، وفاقی وزراء اور دیگر حکومتی اعلیٰ افسران، ٹریڈیشنل چیفس اور علاقائی معززین کی شرکت۔

مغربی افریقہ کے دیگر ممالک سے مہمانوں اور وفود کی آمد۔ تین روز تک باجماعت نماز تہجد، درس القرآن وحدیث، مختلف موضوعات پر علمی و تربیتی تقاریر، باہمی محبت واخوّت کا روح پرور ماحول۔

امیر جماعت احمدیہ گھانا مولانا نورمحمد بن صالح صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی طرف سے موصول ہونے والے محبت بھرے پیغام کے ساتھ جلسہ کا افتتاح کیا۔ جلسہ میں تیس ہزار احباب وخواتین کی شمولیت۔

’’باغ احمد‘‘ تین دن حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود، نعرہ ہائے تکبیر اور لَا اِلٰہ الّا اللّٰہ کی صداؤں سے معطّر رہا۔

(رپورٹ مرتبہ: نعیم احمد محمود چیمہ۔ مبلغ سلسلہ گھانا)

مغربی افریقہ کے خوبصورت ملک گھانا کا پورا نام جمہوریہ گھانا ہے۔ دارالحکومت اکرا (Accra) ہے جبکہ انگلش قومی زبان کے طور پر بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ دیگر بہت سی علاقائی زبانیں بھی ہیں اور انگلش کے ساتھ کوئی نہ کوئی مقامی زبان بھی ضرور بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ مملکت کا ماٹو "Freedom and Justice" ہے جس کی جھلک حقیقی طور پر بھی مملکت کے معاملات میں واضح طور پر نظر

Winneba بھی اپنی بہت سی اہم چیزوں کی وجہ سے پہچانا جاتا ہے۔ ساحل سمندر پر آباد یہ شہر برطانوی دَورحکومت میں یورپ اور گولڈ کوسٹ کے درمیان تجارت کے لئے ایک اہم بندرگاہ کے طور پر معروف تھا۔ ماہی گیری اور ظروف سازی کے علاوہ یہاں موجود یونیورسٹی آف ایجوکیشن بھی ملک میں ایک اہم اور ممتاز مقام رکھتی ہے۔

موجود ہیں۔ دو گیسٹ ہاؤسز اور کارکنان کے لئے رہائشگاہیں بنائی گئی ہیں۔ ماہی پروری کے لئے مچھلیوں کا ایک تالاب اور بعض پرندوں اور جانوروں کو پالنے کا انتظام کیا گیا ہے۔ جلسہ گاہ کی ایک جانب پولٹری فارمز ہیں جہاں دوران سال مرغیاں پالی اور فروخت بھی کی جاتی ہیں۔ یوں قریباً تمام سال ہی یہ جگہ آباد رہتی ہے۔ لیکن یہاں کا اصل

جماعت گھانا مقرر فرمایا۔ مکرم مولانا نور محمد بن صالح صاحب کی قیادت میں ہونے والا یہ پہلا جلسہ تھا اور احمدی احباب وخواتین کا جوش، جذبہ اور خوشی دیدنی تھی اور ایسا ہونا فطری بھی تھا کیونکہ انتہائی غم کے بعد اللہ تعالیٰ نے خلافت احمدیہ کی برکت سے انہیں نئے امیر جماعت سے نوازا تھا۔

افتتاحی اجلاس خاص اہمیت کا حامل تھا کیونکہ اس میں سب سے اوّل سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ

آتی ہے۔ مذہبی رواداری اور برداشت جو یہاں کی روایات کا حصہ ہیں ایسے مناظر دنیا میں کم نظر آتے ہیں۔ ملک میں عیسائیوں اور مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہے جبکہ ایک حصہ قبائلی مذاہب کی بھی پیروی کرتا ہے۔ اسلام ان علاقوں میں پندرھویں صدی عیسوی میں پہنچا اور اب مسلمان آبادی کی تعداد لاکھوں میں ہے ۔ احمدیت اس علاقے میں 1921ء میں آئی جب اکرافو کے ایک بزرگ دوست چیف مہدی آپاہ کی درخواست اور حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد پر پہلے احمدی مبلغ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب نیّر سالٹ پانڈ تشریف لائے۔ آپ ایک سال یہاں ٹھہرے اور اس دوران بہت سے افراد نے احمدیت قبول کرلی۔ بہت سے مراکز قائم ہوئے۔ 2021ء میں احمدیت کو اس علاقہ میں آئے ہوئے سوسال مکمل ہوجائیں گے۔ انشاءاللہ۔

ملک کے وسطی ریجن میں واقع مشہور ومعروف شہر

شہر کی آبادی لگ بھگ ساٹھ ہزار نفوس پر مشتمل ہے لیکن سال میں تین دنوں کے لئے اس شہر میں کم وبیش تیس ہزار افراد پر مشتمل ایک اور شہر ’’باغ احمد‘‘ میں آباد ہو جاتا ہے۔ جلسہ سالانہ گھانا میں شمولیت کے لئے ملک کے مختلف حصوں سے لوگ جوق در جوق یہاں آتے ہیں اور دن رات اس شہر کی فضا میں نعرہ ہائے تکبیر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھیجا جانے والا درود گونجتا رہتا ہے۔ نماز تہجد سے آغاز ہونے والے پروگرام رات دیر گئے تک وقفہ وقفہ سے جاری رہتے ہیں اور لوگ پورے شوق سے ان تمام پروگراموں کو سنتے اور استفادہ کرتے ہیں۔

’’باغ احمد‘‘ **460** ایکڑ پر مشتمل ایک خوبصورت قطعہٴ اراضی ہے جہاں جماعت احمدیہ گھانا کا سالانہ جلسہ منعقد ہوتا ہے۔ جلسہ گاہ میں آموں کا ایک خوبصورت باغ بھی لگایا گیا ہے جبکہ پھلوں اور پھولوں کے وسیع قطعات بھی

حسن اور رونق وہ روحانی طیور ہیں جو سال میں ایک مرتبہ چند دن کے لئے یہاں اکٹھے ہوکر حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کی غلامی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور عشق کا پیغام دنیا تک پہنچاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی توحید کا اعلان کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اس وعدے کی تکمیل کا اعلان کرتے ہیں کہ ’’میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا‘‘۔

باغ احمد میں امسال منعقد ہونے والا جماعت احمدیہ گھانا کا یہ جلسہ سالانہ 83 واں جلسہ تھا جو پورے جوش و خروش اور روحانی کیفیات سے بھرپور رہا اور ملک بھر سے تیس ہزار احمدی احباب وخواتین نے اس میں شرکت کی۔

گزشتہ سال مکرم مولانا عبدالوہاب بن آدم صاحب امیر جماعت گھانا کی وفات کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مکرم مولانا نور محمد بن صالح صاحب کو امیر

بنصرہ العزیز کا جماعت احمدیہ گھانا کے نام بابرکت پیغام پڑھ کر سنایا گیا۔ حضور انور ایّدہ اللہ تعالیٰ کے نہایت ہی بابرکت پیغام کے بعد امیر جماعت مولانا نور محمد بن صالح صاحب نے افتتاحی خطاب فرمایا اور ان کے بعد صدر مملکت گھانا جناب جون درامانی مہاما (John Dramani Mahama) نے حاضرین جلسہ سالانہ گھانا سے خطاب کیا۔

8 جنوری 2015ء بروز جمعرات

8 جنوری **2015**ء بروز جمعرات جلسہ کا پہلا دن تھا۔ احمدی احباب وخواتین بچے، بچیاں اپنے مقامی لباس میں ملبوس جوق در جوق جلسے میں شمولیت کے لئے دور دراز علاقوں سے تشریف لا رہے تھے۔ بہت سے احباب و

باقی صفحہ نمبر 10 پر ملاحظہ فرمائیں